

فضیلت علم

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى
يَرْجِعَ - [رواه الترمذی]

”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے
فرمایا: جو شخص علم کی طلب میں گھر سے نکلے، وہ مجاہد فی
سبیل اللہ کی طرح ہے یہاں تک کہ وہ واپس گھر
آجائے۔“

دین کے بنیادی اصول ۲۸

اصول نمبر 27: وَخَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا، أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ، ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، نَقَدِمَ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةَ كَمَا قَدَّمَهُمْ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ، لَمْ يَخْتَلِفُوا فِي ذَلِكَ۔

”نبی ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے بہتر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھر عمر بن خطاب، پھر عثمان بن عفان ہیں۔ ہم ان تینوں کو مقدم رکھتے ہیں جیسے نبی ﷺ کے صحابہ نے انہیں مقدم کیا، اور انہوں نے اس میں کوئی اختلاف نہ کیا۔“

اصول نمبر 28: ثُمَّ بَعْدَ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ أَصْحَابُ الشُّوْرَى الْخُمْسَةِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، وَسَعْدُ، كُلُّهُمْ يَصْلُحُ لِلْخِلَافَةِ، وَكُلُّهُمْ إِمَامٌ، وَنَذَهَبَ فِي ذَلِكَ إِلَى حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ: ((كُنَّا نَعُدُّ وَرَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَتَّى وَأَصْحَابَهُ مُتَوَفِّرُونَ: أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ، ثُمَّ نُسُكُتُ)) [صحيح بخاری: ۳۶۵۵ - مسند احمد جلد ۲ ص: ۱۴]

”پھر ان کے بعد شوری کے پانچ رکن ہیں: علی بن ابی طالب، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف اور سعد۔ یہ سب خلافت کے اہل اور امام تھے۔ اس بارے میں ہم ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ زندہ تھے اور آپ کے صحابہ بے شمار موجود تھے ہم اس وقت ابو بکر، عمر، عثمان کو شمار کر کے خاموش ہو جاتے تھے۔“

اصول نمبر 29: ثُمَّ مِنْ بَعْدِ أَصْحَابِ الشُّوْرَى أَهْلُ بَدْرٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، ثُمَّ أَهْلُ بَدْرٍ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى قَدْرِ الْهَجْرَةِ وَالسَّابِقَةِ أَوْلَا فَأَوْلَا۔

”پھر شوری کے بعد صحابہ کرام میں بدری مہاجر سب سے افضل ہیں، پھر بدری انصار سب سے افضل ہیں۔ مراتب کے مطابق جنہوں نے ہجرت اور اسلام میں پہل کی۔“

اصول نمبر 30: ثُمَّ أَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ هَؤُلَاءِ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْقُرْنُ الَّذِي بُعِثَ فِيهِمْ، كُلُّ مَنْ صَحِبَهُ سَنَةً أَوْ شَهْرًا أَوْ يَوْمًا أَوْ سَاعَةً أَوْ رَأَى فُهْوً مِنْ أَصْحَابِهِ، لَهُ مِنَ الصُّحْبَةِ عَلَى قَدْرِ مَا صَحِبَهُ، وَكَانَتْ سَابِقَتُهُ مَعَهُ وَسَمِعَ مِنْهُ وَنَظَرَ إِلَيْهِ نَظْرَةً، فَادَّانَاهُمْ صُحْبَةً هُوَ أَفْضَلُ مِنَ الْقُرْنِ الَّذِيْنَ لَمْ يَرَوْهُ، وَلَوْ لَقُوا اللَّهَ بِكُلِّ الْأَعْمَالِ، كَانَ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ صَحَبُوا النَّبِيَّ ﷺ وَرَأَوْهُ وَسَمِعُوا مِنْهُ، وَمَنْ رَأَاهُ بِعَيْنَيْهِ وَأَمَّنَ بِهِ وَلَوْ سَاعَةً أَفْضَلُ..... لِصُحْبَتِهِ..... مِنَ التَّابِعِينَ وَلَوْ عَمِلُوا كُلَّ أَعْمَالِ الْخَيْرِ۔

”پھر ان صحابہ کرام کے بعد لوگوں میں سب سے افضل باقی صحابہ کرام ہیں، یعنی وہ زمانہ جس میں نبی ﷺ کو مبعوث کیا گیا، اس میں ہر وہ شخص شامل ہے جو آپ ﷺ کے پاس ایک سال، ایک ماہ، ایک دن یا کچھ وقت رہا یا اس نے آپ کو دیکھا ہو، وہ صحابہ کرام میں شامل ہے، اسے صحبت کا اتنا درجہ حاصل ہے کہ جس قدر وہ رہا ہے، اس نے آپ کی طرف سبقت کی، آپ کی گفتگو سنی اور آپ کو ایک نظر دیکھا، کم از کم وقت آپ کے پاس رہنے والا آپ کا صحابی بھی بعد کے زمانے سے جنہوں نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا افضل ہے، اگرچہ یہ (بعد کے) لوگ ہر قسم کے اعمال لے کر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں۔ یہی لوگ صحابی ہیں جو نبی ﷺ کے ساتھ رہے، انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا اور آپ کی باتیں سنی، جس نے آپ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آپ پر ایمان لایا اگرچہ ایک لمحہ ہی ہو، یہ نبی ﷺ کا صحابی ہونے کی وجہ سے تابعین سے افضل ہوگا اگرچہ تابعین نے نیکیوں کے تمام اعمال کیے ہوں۔“

فہرست

1	فضیلت علم	جواہر پارے ❁
2	دین کے بنیادی اصول (۲۸)	کلمہ طیبہ ❁
4	(حافظ احمد شاکر)	اداریہ ❁
6	(مولانا ارشاد الحق اثری)	درس قرآن ❁
10	(حافظ محمد اشرف سعید)	درس حدیث ❁
12	(محمد خبیب احمد)	تحقیق و تنقید ❁
17	(مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ)	احکام و مسائل ❁
23	(مولانا ارشاد الحق اثری)	یاد رفتگان ❁
27	(بنام مولانا عبدالغفار حسنؒ)	مشاہیر نامہ ❁
31	(محمد سلیم چنیوٹی)	تبصرہ کتب ❁
35	(راخ عرفانی)	شعر و ادب ❁

اصل دشمن

حافظ احمد شاہ

اداریہ

سچ ہمیشہ غالب آتا اور دلائل و براہین سے خود کو منوالیتا ہے۔ جو دعوت سچ ہو وہ دعوے سے نہیں عمل سے مزین ہوتی ہے۔ اسلام سچ تھا، سچ ہے اور سچ رہے گا۔ اسلام کو اپنی صداقت ثابت کرنے کے لیے کسی تشدد، کسی دھونس اور سینہ زوری کی کبھی ضرورت نہیں پڑی، کیوں؟..... اس لیے کہ سورۃ نساء میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام ﷺ پر جن رحمتوں کے نزول کا ذکر فرمایا ہے ان میں پہلی بات آپ لی لیت یعنی نرم دلی اور نرم روی ہے۔ اور ساتھ ہی فرمایا ”اگر آپ سخت دل ہوتے تو آپ کے گرد سے لوگ بھاگ جاتے۔“

یہی وجہ ہے کہ دعوت اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ اسلام کی دعوت دینے کے رد عمل میں آپ ﷺ پر اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بے انتہا سختیاں روا رکھی گئیں اور ظلم و ستم ڈھائے گئے۔ لیکن آپ نے ان کے اس رویے کے جواب میں کوئی منفی رد عمل تو کیا سخت جواب تک نہیں دیا بلکہ آپ ﷺ ظلم ڈھانے والوں کے لیے ہمیشہ دعا گو ہی رہے۔ طائف کے واقعے کو دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔

نبی ﷺ کے دور میں مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ نے مسلمانوں سے جیسا بھی رویہ اختیار کیا آپ ﷺ نے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بڑے ہی صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ کیوں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سورۃ انعام کی آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا کہ کفار کے معبودان باطلہ کو گالی مت دینا کہ وہ اپنی جہالت کے باعث اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو گالی دیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ داعیان دین متین دلائل و براہین کے ساتھ اپنی دعوت کو پیش کرتے ہیں کسی کو برا نہیں کہتے۔ ان کے عقائد کا بطلان ضرور ثابت کرتے ہیں کہ یہ ان کا فرض منصبی ہوتا ہے، لیکن نہ ان کے کسی فرد کو اور نہ ان کے معبودوں کو برا کہتے تھے۔

غور کیا جائے تو یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ کسی بھی عقیدے یا نظریے کی دعوت دینے والے کبھی تشدد ہو ہی نہیں سکتے کہ تشدد سے دعوت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے۔ شیعہ، دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث حتیٰ کہ غیر مسلم مرزائی بھی دعوت دینے میں جبر و اکراہ تو کجا مخالفین کو جوابات تو خوب دیتے ہیں لیکن دعوت قبول نہ کرنے والوں سے کبھی تشدد کا رویہ نہیں رکھتے۔ مرزائیوں کا معاملہ ہی دیکھ لیں مسلمانوں سے ان کے مناظرے ہوتے رہے، بحث مباحثے چلتے رہے لیکن کبھی مسلمان عالم نے کسی مرزائی کو جان سے مار ڈالنے کا فتویٰ نہیں دیا۔ یہ تمہید طولانی عرض کرنے کی اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ مخدوم ہجویر رحمہ اللہ کی قبر پر ہونے والی دہشت گردی کی دھند لاہٹ وطن عزیز سے عموماً اور پنجاب بالخصوص لاہور سے ابھی چھٹ نہیں رہی۔ بریلوی مکتب فکر کے اصحاب درد اور سنجیدہ اہل علم محنت و اخلاص سے حالات کو سلجھاؤ کی طرف لاتے ہیں لیکن بعض ناعاقبت اندیش اس کو فرقہ واریت کا رنگ دیکر کبھی بعض دیوبندی حلقوں کے بارے میں غیر ذمہ دارانہ بیانات دے دیتے ہیں اور کبھی کسی توحید کے پرچار کر کی طرف ان ہنگاموں کا رخ پھیرنے کی سعی نامشکور کرنے لگ جاتے ہیں۔ اپنے خیالات کے مطابق ان کے جذبے کی سچائی اور عقیدت کی گہرائی پر شاید ہمیں بھی شک نہ ہو لیکن ان برادران اسلام سے ہماری صرف اتنی درخواست ہے کہ وہ اصلی دشمن کو پہچانیں اور اس کی سازشوں کو ناکام بنائیں۔ اگر کسی ہم وطن بھائی سے رائے کا اختلاف ہو بھی تو معتدل اصحاب علم کے ساتھ مل بیٹھ کر وہ اختلاف بھی دور ہو سکتا ہے اور متفق علیہ نکات پر مشترکہ اعلامیہ بھی جاری ہو سکتا ہے۔ خدا را دشمن کو پہچانیں اور اس کو ناکام بنائیں۔

ویسے تو دہشت گردی کا ہر واقعہ ہی قابل مذمت اور قابل نفرت ہے لیکن راولپنڈی کے فوجی علاقوں میں دہشت گردی، لاہور میں پولیس کے تفتیشی و تربیتی مراکز، لاہور صدر بازار کے علاقہ میں فوجی مرکز، قادیانیوں کی عبادت گاہیں دشمن کے نزدیک اس کے اہم نشانے تھے ان میں ناکامی کے بعد ہمارے خیال میں فرقہ واریت کے حوالے سے حضرت علی ہجویری کی قبر پر دہشت گردی دشمن کا اہم ترین نشانہ تھا جس کے بعد دشمن کو فرقہ واریت کی آگ بھڑکانے میں کامیابی کا سو فیصد یقین تھا لیکن مختلف المسالک علماء کی دانائی، برداشت اور تدبیر کے باعث دشمن ابھی تک اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ ہماری درخواست ہے کہ علماء حسب سابق دانائی کا ثبوت دیں۔ وطن عزیز کے مختلف خیال افراد جماعتوں اور گروہوں کو مورد الزام نہ ٹھہرائیں بلکہ علمائے کرام کو چاہیے کہ وہ حکومت کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے اگر پہنچ سکتے ہوں تو دشمن تک پہنچیں اور یہ بات اور عقیدہ ذہن میں رکھیں کہ صرف رائے اور نظریہ کے اختلاف پر کسی بھی مسلک کا کوئی عالم دین کسی مسلمان کے قتل کی اجازت نہیں دے سکتا اور اگر کوئی جاہل ناہنجار اور بد باطن یہ فعل قبیح و شنیع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی پکڑ ضرور ہوگی کہ شریعت کسی بھی مرحلہ پر قانون کو ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دیتی۔

قارئین اگر اس بات پر غور کریں گے تو انہیں بہت جلد اندازہ ہو جائے گا کہ وطن عزیز میں قتل و غارت کی جولہ جاری ہے وہ اس امر کی منصوبہ یا اصول حکومت..... جو کسی زمانے میں لڑاؤ اور حکومت کرو ہوتا تھا..... کا حصہ ہے کہ مہرے تلاش کرو، ان کو پالو اور پرورش کرو، اور وطن کو غیر مستحکم کرو اور غلبہ پاؤ۔ ماضی قریب میں کچھ ہی عرصہ قبل اخبارات میں ایک پیشہ وارانہ امریکی دہشت گرد تنظیم بلیک واٹر (کالا پانی) کا ایک شعلہ لپکا تھا، اصحاب نے اس وقت اس کی تاریخ اور وطن عزیز میں اس کے ارادوں کی بوسگتے ہوئے اس کو خطرے کی علامت جانا اور اب باب سیاست و اصحاب اقتدار کو اس کی خون آشامیوں کی طرف متوجہ کیا تھا لیکن حکمرانہ روایات کی روایت پر قرار رکھتے ہوئے نہ کسی حال کے حکمران نے اس کی طرف توجہ کی اور نہ ہی مستقبل میں حکمرانی کے کسی امیدوار نے اس کا نوٹس لیا۔ اب جب کہ بعض اہم حکومتی اداروں کے سربراہ دہشت گردوں کا کھرا نکالتے ہوئے برے کے گھر تک پہنچ چکے ہیں وہ پولیس میں اس کا اظہار بھی کر چکے ہیں لیکن سربراہان ادارہ کی نشان دہی کے مطابق حکومت کے دہشت گردی کے متعلق کسی انسدادی قدم کی اخبارات میں کوئی اطلاع شاید ہم ہی نہ پڑھ سکے ہوں یا پھر شاید آئی ہی نہ ہو۔ تاہم ہمارا آزاد میڈیا جس کے دسیوں چینل مصروف ابلاغ ہیں جن میں کسی کا ”ہر خبر پر نظر“ کا دعویٰ ہے اور بعض کا لوگو ”ہر خبر بروقت“ کا ہے اس آزاد میڈیا کے ہر قسم کے اخبار اور چینلوں سے دھیرے دھیرے بلیک واٹر کا نام، اس کا ذکر اس کی کارستانیوں اور ارادے سب کچھ غائب ہو چکے اور غائب ہو رہے ہیں۔ تاہم بعض مسکین قسم کے مذہبی و سیاسی لیڈر دہشت گردی کی ان جملہ سرگرمیوں کو بلیک واٹر کی کارکردگی بیان کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے وفاقی وزیر داخلہ کی عقاب اور دور رس نظر ہر دہشت گردی کے پیچھے کبھی طالبان اور کبھی پنجابی طالبان اور کبھی شدت پسندوں پر جا بھرتی ہے۔ ہماری حکومت کے ”بالبصیرت“ حکمران بھی ان کا ناٹھ کبھی ڈرون حملوں سے جوڑتے ہیں اور کبھی ہلاک ہونے والے طالبان کے پس ماندگان کا رد عمل کہہ کر حق حکمرانی جھاڑ پونچھ کر دیتے ہیں۔ لیکن نہیں کہتے تو وہ یہی نہیں کہتے کہ یہ موساد سی۔ آئی۔ اے اور را کی کارکردگی ہے۔ اور یہ بات اخبار پڑھنے والا دنیا کا ہر فرد جانتا ہے کہ مذکورہ بالا تین ممالک وطن کے اصل دشمن اور وطن عزیز کی ایٹمی صلاحیت کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے جانے نہ جانے تو ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے ان ممالک کا نام لیتے ہوئے نہ جانے ہمارے حکمران کیوں شر مارتے اور مونہہ میں پلو ڈال کر آنکھیں کیوں جھکا لیتے ہیں۔ پنجاب پولیس مجرم تک نہ پہنچے یہ اس کی مانی ہوئی صلاحیت کے خلاف ہے۔ ہاں اگر دشمن کسی اتنی اونچی مچان پر ہے کہ وہاں ہاتھ نہ پہنچ سکے تو الگ بات ہے۔ اس لیے پولیس سے ہماری درخواست ہے کہ وہ مہروں کو پکڑیں، بے گناہ افراد اور اداروں پر روائی تفتیشی عمل نہ دہرائیں۔ اسلام دشمن اور وطن دشمن عناصر کو دبوچیں اور نہیں منطقی انجام تک پہنچا کر نشانِ عبرت بنادیں۔ اس عمل میں اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔

ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین۔

تفسیر سورہ ق

مولانا ارشاد الحق اثری رحمۃ اللہ علیہ

قرآن کی عظمت:

ہر کلام متکلم کی صفت کا ترجمان ہوتا ہے۔ معروف محاورہ ہے: کَلَامُ الْمَلِكِ مَلُوكُ الْكَلَامِ ”کہ بادشاہوں کا کلام، کلام کا بادشاہ ہے“، جس طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ سب سے بزرگ و برتر اور علو شان میں سب سے بلند و بالا ہے، اسی طرح اس کا کلام بھی جلالت قدر اور عظمت شان میں سب کلاموں سے بڑھا ہوا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ و خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد فرمایا کرتے تھے:

((إِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، وَخَيْرُ الْهَدْيِ

هَدْيِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم)) [مسلم، رقم: ۲۰۰۵]

”بے شک تمام کلاموں میں بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے، اور تمام طریقوں میں بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔“

بلکہ یہ ایسا بزرگ و برتر کلام ہے کہ جو اس سے وابستہ ہوتا ہے، اسے سمجھتا اور عمل کرتا ہے، وہ بھی بزرگ اور دوسروں سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک جس ہستی پر نازل ہوا، وہ باقی مخلوق میں سب سے افضل و برتر، جس ماہ مبارک میں نازل ہوا، وہ سب مہینوں سے افضل، جس رات نازل ہوا، وہ رات سب راتوں سے افضل، جس شہر میں نازل ہوا وہ تمام شہروں سے افضل، نماز بھی سب سے وہ افضل جس میں قرآن پاک زیادہ پڑھا جائے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَفْضَلُ الصَّلَاةِ طَوْلُ الْقُنُوتِ)) [مسلم، رقم: ۱۷۶۸]

”سب سے افضل نماز وہ جس میں قیام لمبا ہو۔“

امامت کا حق دار وہ جو سب سے زیادہ قاری قرآن ہو، چنانچہ

حضرت ابوسعود الانصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَوْمَ الْقَوْمِ أَقْرُوهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ))

”کہ لوگوں کو نماز وہ پڑھائے جو ان میں سے قرآن کا سب

سے بڑا قاری ہو۔“ [مسلم، رقم: ۱۵۳۲]

بلکہ جب جہاد کے دوران میں یا کسی و بایا سانحہ یا حادثہ کی صورت میں اموات کثرت سے ہوں تو دو چار میتوں کو ایک ہی قبر میں بھی دفن کیا جاسکتا ہے اور دفن کرنے میں سب سے پہلے لحد میں بجانب قبلہ اسے رکھا جائے گا جو قرآن کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوگا۔ حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد میں شہداء کو دفن کرنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ قبر کو گہرا اور اچھا بناؤ اور ایک قبر میں دو دو، تین تین کو دفن کرو۔ ہم نے عرض کیا جناب! سب سے پہلے کسے رکھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قَدِّمُوا أَكْثَرَهُمْ قُرْآنًا)) [ابوداؤد، رقم: ۳۲۱۵۔

ترمذی، رقم: ۱۷۱۳ وصحیحہ۔ النسائی، رقم: ۲۰۱۷،

۲۰۱۸ وغیرہ]

”سب سے پہلے اسے رکھو جو ان میں قرآن کا زیادہ حافظ و قاری ہو۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نافع بن عبد الحارث الخزاعی رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا منتظم بنایا تھا، ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، تو حضرت نافع نے آگے بڑھ کر وادی عسفان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا، انہوں نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ یہاں آگئے ہیں مکہ مکرمہ کا انتظام کس کے سپرد کر کے آئے ہو، انہوں نے کہا: ابن ابزی کے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابن ابزی کی کون ہے؟ حضرت

نافع رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ ہمارے غلاموں میں سے ایک غلام ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اہل مکہ پر تم نے غلام کو منتظم بنا دیا، تو حضرت نافع نے کہا:

((إِنَّهُ قَارِئٌ لِّكِتَابِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ وَإِنَّهُ عَالِمٌ بِالْفَرَائِضِ))

”کہ وہ قرآن کا قاری اور علم وراثت کو جانتا ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ)) [مسلم، ج: ۱، ص: ۲۷۲، رقم: ۱۸۹۷]

”کہ اللہ تعالیٰ اس قرآن کی برکت سے قوموں کو سر بلندی نصیب کرے گا اور اس کو نظر انداز کرنے والوں کو نیچے گرا دے گا۔“

قرآن مجید واد غیر ذی زرع میں نازل ہوا، جو اس کے اولین مخاطب تھے وہ امی، تعلیم و تعلم سے نا آشنا، نہ تمدن، نہ معیشت، نہ صنعت و حرفت، نہ اتفاق و اتحاد، بلکہ قبائلی حمیت ان میں جلوہ گر، رہزن اور صحرا نشین، وہ یکا یک سرزمین حجاز سے آگے قیصر و کسریٰ کے فاتح کیوں کر بن گئے؟ اس کا ایک ہی جواب ہے قرآن پاک کی تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے۔ اقبال مرحوم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی فرمان اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فتوحات کی روشنی میں کس قدر حقیقت پسندانہ بات کہی ہے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر یہاں قرآن مجید کے فضائل و برکات اور اعجازات کی تفصیل مقصود نہیں، نہ ہی یہ ہمارا موضوع ہے، بس یہ بتلانا مقصود تھا کہ اس پر عظمت کتاب سے جو وابستہ ہوا وہ سرخرو ہوا اور جس نے اس سے رخ موڑا وہ ذلیل و رسوا ہوا۔ یہی جبل اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے مابین مضبوط واسطہ ہے، آدم علیہ السلام کو اس دنیا میں بھیجتے ہوئے

یہ پیغام دیا تھا:

((فَأَمَّا يَا تِيبُكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى)) [طہ: ۲۳]

”اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے، جو کوئی میری ہدایت پر چلے گا نہ وہ گمراہ ہوگا، نہ بد نصیب ہوگا۔“
حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

((قَدْ تَرَكَتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابَ اللَّهِ)) [مسلم، رقم: ۲۹۵۰]

”میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں، جس کے ساتھ تم وابستہ رہو گے تو تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے، وہ اللہ کی کتاب ہے۔“

اور ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

((تَرَكَتُ فِيكُمْ أُمُورَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمُ بِهِمَا كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّتِي))

”میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں تم جب تک انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے، وہ ہیں اللہ کی کتاب اور میری سنت۔“

اس لیے ہدایت کے اب یہی دو چشمے ہیں، قرآن مجید متن ہے اور سنت و حدیث اس کی تبیین و تفسیر ہے، یہی اسلام ہے جس کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے کردی اور اپنے ارشادات کا اتمام فرمادیا:

((تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ)) [الانعام: ۱۱۵]

”تیرے رب کا سچائی اور انصاف پر مبنی کلام مکمل ہوا، اس کے کلام کو کوئی بدل نہیں سکتا اور خوب سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اس کی تمام خبریں اور باتیں سچی اور تمام احکام عدل و انصاف پر مبنی ہیں اور جو کوئی اس کے نظام عدل پر غور و فکر کرے گا اس پر اس کے عدل و اعتدال کی قدریں نکھرتی جائیں گی، حق و سچ اور عدل و انصاف

کہیں ہے تو وہ وہی جسے قرآن مجید نے اجاگر کیا ہے، یہی سب کتابوں کے لیے ”مہمین“ اور ان کے صحیح یا غلط ہونے کا معیار ہے۔

دنیا کی بقا قرآن سے:

بلکہ دنیا کی بقا کا ذریعہ قرآن ہے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((يَذْرُؤُا السِّلَامُ كَمَا يَذْرُؤُا شَيْءُ النَّوْبِ حَتَّى لَا يَذْرُؤَ مَا صَبَّامٌ وَلَا صَلَاةٌ وَلَا نُسْكٌ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَيْسَ رَى عَلَى كِتَابِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ فِي لَيْلَةٍ فَلَا يَبْقَى فِي الْأَرْضِ مِنْهُ آيَةٌ، الْحَدِيثُ))

”اسلام ختم ہو جائے گا جس طرح کپڑے کے نقش و نگار ختم ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ کوئی نہیں جانے گا کہ روزہ کیا ہے، نہ نماز کو جانے گا، نہ حج کو، نہ صدقہ کو اور وہ کتاب اللہ ایک ہی رات میں چل دے گی، تو اس میں سے ایک آیت بھی زمین پر نہیں رہے گی۔“ [ابن ماجہ، رقم: ۴۰۴۹]

منکرین و ملحدین قرآن مجید اور اس کی تعلیمات کو ختم کرنے کے درپے ہیں، مگر ان کو یہ خبر نہیں کہ قرآن مجید کا وجود تو دنیا کے وجود کا باعث ہے، جب قرآن مجید نہیں ہوگا تو یہ دنیا بھی اپنا جواز کھو بیٹھے گی، گویا اللہ کا کلام دنیا کے وجود و بقا کا ضامن ہے، مگر ناداں اس کے پیچھے پڑے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُوْنَ

قرآن اللہ نے نازل فرمایا ہے:

قرآن مجید کی عظمت اس اعتبار سے بھی نمایاں ہے کہ اس کے من جانب اللہ ہونے اور اس کی حفاظت اللہ کے ذمہ ہونے، دونوں کا اظہار قرآن مجید ہی میں موجود ہے اور اس کا معجزہ ہونا، جس طرح اس کے نزول کے وقت تھا آج بھی اس کا اعجاز بدستور قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گا، قرآن پاک کی بیان کردہ آفاقی شہادتیں نئے دن اس کی صداقت اور اس کے من جانب اللہ ہونے کا ثبوت پیش کرتی رہتی ہیں۔ نہایت اختصار سے عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِنَّهٗ لَنَزْلُیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ نَزَلَ بِہِ الرُّوحُ الْاُمِیْنُ ۝

عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۝

”بے شک یہ قرآن اسی کا اتارا ہوا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اسے لے کر تیرے دل پر امانت دار روح (جبریل علیہ السلام) اتری ہے تاکہ تم ان میں شامل ہو جاؤ جو ڈرانے والے ہیں۔“ [الشعراء: ۱۹۲-۱۹۴]

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ کَاہِنٍ قَلِیْلًا مَّا تَذْکُرُوْنَ ۝ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝﴾ [الحاقة: ۴۰-۴۳]

”بے شک یہ قرآن عزت والے فرشتے کا لایا ہوا ہے۔ اور وہ شاعر کا کلام نہیں تم بہت کم یقین کرتے ہو اور نہ کاہن کا کلام ہے تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔ سارے جہاں کے مالک کا اتارا ہوا ہے۔“

گویا یہ قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے، جبریل علیہ السلام لے کر آئے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر پر اس کا نزول ہوا ہے، آپ اس کو حفظ و ضبط کرنے کے لیے جلدی جلدی پڑھتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَفْجَلَ بِہٖ ۝ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ ۝﴾ [القیامۃ: ۱۶، ۱۷]

”آپ اپنی زبان نہ ہلایا کریں اس کو جلدی سے یاد کر لینے کے لیے، اس کو تمہارے دل میں جما دینا اور اس کا پڑھا دینا ہمارا کام ہے۔“

یہی بات اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سورہ طہ آیت (۱۱۴) میں بھی بیان فرمائی۔ اس میں آپ ﷺ کے قلب اطہر میں محفوظ ہونے کی تخصیص نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے بالعموم فرمایا ہے کہ

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَکَ لَحٰفِظُوْنَ ۝﴾ [الحجر: ۹]

”بے شک ہم نے ہی ذکر کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

متنازع علمی شخصیت مولانا عبدالحمید اثری (بھکر) جو ارحمت میں ضلع بھکر کی ممتاز علمی و دینی شخصیت حضرت مولانا عبدالحمید اثری ۱۱ جولائی ۲۰۱۰ء بروز اتوار طویل علالت کے بعد وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آں مرحوم اپنے علاقے کی ممتاز علمی، تحریکی اور بااثر شخصیت تھے۔ انہوں نے دینی تعلیم جامعہ محمدیہ اکاڑا سے حاصل کی۔ بعد ازاں جامعہ اسلامیہ چاہ شاہاں گوجراں والا میں حضرت حافظ محمد صاحب محدث گوندلوی رحمہ اللہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ وہ ایک ممتاز عالم دین تھے۔ اہل علاقہ آپ کے علم و فضل سے مستفید ہوتے تھے، اپنے مسائل دینیہ اور گھریلو جھگڑوں میں بھی مشورے کرتے تھے اور وہ قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

مرحوم بڑے خلیق، نرم طبیعت، صلح جو اور کریم النفس تھے۔ ان کی طبعی عمر تقریباً ۷۴ برس تھی۔ بعض عوارض کے باعث علیل تھے۔ ان کی نماز جنازہ مرحوم کے دیرینہ ساتھی حضرت مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ نے ۱۲ جولائی بروز پیر پڑھائی۔ بھکر کے علاقے کا یہ ایک بڑا جنازہ تھا۔ اس میں لیہ، چوک اعظم، بھکر، ڈیرہ اسماعیل خان و دیگر علاقوں سے کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت فرمائی۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ ان کی مغفرت و بلندی درجات کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔ ادارہ الاعتصام مرحوم کی وفات پر ان کے لواحقین سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ [ادارہ]

حضرت مولانا عبدالحمید اثری (بھکر) کی وفات پر ہمارے بعض احباب نے تعزیت کا اظہار فرمایا ہے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

- ۱۔ پروفیسر سعید مجتبیٰ السعیدی صاحب (منکیرہ) ۲۔ مولانا سیف اللہ خالد صاحب (بکھر) ۳۔ مولانا محمد ابراہیم خلیل (حجرہ شاہ مقیم)
- ۴۔ حضرت مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ (فیصل آباد) ۵۔ مولانا محمد سلیم راہی صاحب (جام پور) ۶۔ مولانا محمد یحییٰ عزیز ڈاہروی (کوٹ رادھا کشن) ۷۔ امیر حمزہ حماد طور (گوجراں والا) [محمد سلیم چنیوٹی]



صحیح مسلم میں حضرت عیاض الجاشعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((اُنْزِلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ)) [مسلم،

ج: ۲، ص: ۳۸۵، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار] ”کہ میں نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی نہیں دھو سکے گا۔“

چنانچہ کتاب اللہ کی یہ حفاظت و صیانت قرن اول سے تا ہنوز ہزاروں نہیں لاکھوں افراد کے ذریعے سے ہو رہی ہے، بچے، جوان، بوڑھے، خواہ مرد ہیں یا عورتیں اس سعادت سے تو اترا بہرہ ور ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ سیکڑوں صفحات پر مشتمل کتاب اللہ کا یہ اعجاز ہے کہ اس کو ضبط و حفظ کرنے والوں نے اسے چھ ماہ میں، تین ماہ میں، حتیٰ کہ ایک ماہ میں بھی حفظ کیا، جس کی تفصیل بڑی ایمان افروز اور دلچسپ ہے، مگر یہ اس کا محل نہیں۔ [جاری ہے]

عظیم خوش خبری

مسک اہل حدیث پر اعتراضات اور مسئلہ تین طلاق پر آل تقلید کے شکوک و شبہات اور مغالطات کا مدلل و مسکت جواب

تحفہ احناف

”تحفہ اہل حدیث مسئلہ ۳ طلاق“

تالیف: محمد یحییٰ عارفی

ہر اہل حدیث مکتبے پر دستیاب ہے۔

ناشر اسلامی اکادمی، اردو بازار۔ لاہور

توفیق البخاری

”الادب المفرد“ للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات و فوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکول شالامار باغ۔ لاہور)

میرا پروردگار، میں تیرا نانا توں بندہ ہوں، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں۔ اے پروردگار مجھے بخش دے۔“

۶۸۹. عن أبي هريرة قال: كان رسول الله ﷺ يَدْعُو: ((اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيْ الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِيْ، وَاَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِي، وَاَجْعَلِ الْمَوْتَ رَحْمَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ سُوءٍ)). او كما قال.

[صحیح مسلم]

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اے اللہ میرا دین سنوار دے کہ یہی میرے معاملات کا تحفظ ہے میری دنیا کو سنوار دے کہ اسی میں میری معاش ہے اور میری موت کو میرے لیے رحمت بنا کر برائی سے۔“

۶۹۰. عن أبي هريرة قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَعَوَّذُ: ((مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ، وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوءِ الْقَضَاءِ، وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ)). وَقَالَ سَفِيَانٌ: فِي الْحَدِيثِ ثَلَاثُ زِدَتْ أَنَا وَاحِدَةً لَا أُدْرِي أَتَيْنَهُنَّ.

[صحیح البخاری]

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ، آزمائش کی سختیوں بدبختی کی گرفت سے بری تقدیر سے دشمنوں کے خوش ہونے سے پناہ مانگا کرتے تھے۔“

۶۸۵. عن محمد بن كعب القرظي: قال معاوية بن أبي سفيان على المنبر: ((إِنَّهُ لَا مَانِعَ لِمَا أُعْطِيَتْ، وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعَ اللَّهُ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْهُ الْجَدُّ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ)) سَمِعْتُ هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى هَذِهِ الْأَعْوَادِ. [صحیح]

”محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے منبر پر یہ دعا کی اے اللہ جو کچھ آپ دیں اس کو کوئی روکنے والا نہیں جو اللہ روک دیں اسے کوئی دے نہیں سکتا اور کسی خاندانی کو تیرے مقابلے میں شرف خاندانی کا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سوجھ بوجھ عطا فرماتا ہے۔ انہوں نے کہا یہ کلمات میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس لکڑی کے منبر پر سنے۔“

۶۸۶. ۶۸۷.....

یہی روایت دیگر طرق سے بھی مروی ہے۔

۶۸۸. عن أبي هريرة، عن النبي ﷺ قال: ((إِنَّ أَوْثَقَ الدُّعَاءِ أَنْ تَقُولَ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِيْ، وَاعْتَرَفْتُ بِذُنُوبِيْ، لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، رَبِّ اغْفِرْ لِيْ)). [ضعيف]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے زیادہ مضبوط ترین یہ دعا ہے۔ اے اللہ! تو

ﷺ: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْمَقْدِمُ وَالْمَوْخِرُ، لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ)) .

[صحیح البخاری]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں یہ بھی ایک دعا ہے۔ اے اللہ! میرے اگلے اور پچھلے تمام گناہوں کو معاف فرما دے کہ جو میں نے چھپ کر کیے اور ظاہری طور پر کیے (سب معاف کر دے) اور ان گناہوں کو تو ان کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تو اوّل ہے آخر ہے تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔“

۶۹۵. عن عبد اللہ قال: كان النبی ﷺ یَدْعُو: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْهُدٰی وَالْعَفَاةَ وَالْغِنٰی)) . وقال اصحابُنَا عن عمرو: ((وَالتَّقٰی)) .

[صحیح]

”حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت کا اور پاک دامنی کا اور غنی کا سوال کرتا ہوں۔ اور ہمارے بعض اصحاب نے اس حدیث میں لفظ تقی کا اضافہ کیا ہے۔“

۶۹۶. عن ثمامۃ بن حزن قال: سمعتُ شیخاً یُنَادِیْ بِأَعْلٰی صَوْتِهِ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ لَا یَخْلُطُهُ شَیْءٌ. قلتُ: مَنْ هَذَا الشَّیْخُ؟ قیلَ: اَبُو الدَّرْدَاءِ. [صحیح الإسناد]

”ثمامہ بن حزن سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک بزرگ شیخ کو بلند آواز سے یہ کہتے ہوئے سنا اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں شر سے ایسی پناہ جو کسی چیز سے مخلوط نہ ہو میں نے پوچھا یہ بزرگ کون ہیں؟ کہا گیا یہ ابو درداء رضی اللہ عنہ ہیں۔“



سفیان نے کہا حدیث میں تین چیزوں کا ذکر تھا میں نے ایک کا اضافہ کر دیا اب مجھے یاد نہیں رہا وہ کون سی ہے۔“

۶۹۱. عن عمر قال: كَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَتَعَوَّذُ مِنَ الْخَمْسِ: ((مِنَ الْكَسَلِ، وَالْبُخْلِ، وَسُوءِ الْکِبَرِ، وَفِتْنَةِ الصَّدْرِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ)) . [ضعیف]

”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پانچ چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے کاہلی، بخل، بڑھاپے کی برائی سے فتنہ صدر سے اور عذاب قبر سے۔“

۶۹۲. عن أنس بن مالک قال: كَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقُولُ: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحِیَا وَالْمَمَاتِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)) .

[صحیح البخاری]

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ تعوذ بھی پڑھا کرتے تھے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ناتوانی سے کاہلی سے، بزدلی سے، بڑھاپے سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں عذاب قبر سے۔“

۶۹۳. عن أنس قال: سمعتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُولُ: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَضَلَعِ الدِّیْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ)) . [صحیح البخاری]

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں رنج سے، غم سے، ناتوانی سے، کاہلی سے، بزدلی سے، بخل سے، قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبے سے۔“

۶۹۴. عن أبی ہریرۃ قال: كَانَ مِنْ دُعَاۃِ النَّبِیِّ

احادیث فضیلت شب براءت اور امام البانی رحمہ اللہ

محمد خبیب احمد (ادارہ علوم اثریہ، فیصل آباد)

امام دارقطنی کا غیر ثابت قرار دینا:

حافظ ابو حاتم رحمہ اللہ کے بعد فرسان علم علل الحدیث امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ مکحول شامی سے روایت کرتے ہوئے راویان حدیث اسے حضرت معاذ بن جبل رحمہ اللہ کی مسند کے علاوہ دیگر صحابہ کرام کی مسانید سے بھی بیان کرتے ہیں اور کبھی امام مکحول کا اپنا قول بتاتے ہیں۔ ان کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی، ان شاء اللہ۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ سند میں اضطراب ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

((والحدیث غیر ثابت))

[علل الدارقطنی، ج: ۶، ص: ۵۱]

”یہ حدیث ثابت ہی نہیں۔“

امام البانی رحمہ اللہ کے شاگرد شیخ عبدالقادر بن حبیب اللہ السنندی رحمہ اللہ امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

((إسناده منكر موضوع كما قال أبو حاتم وعنه

ابنه عبد الرحمن في العلل كما مضى ولا يصلح

للمتابعات والشواهد فضلاً أن يكون حجة .))

”حضرت معاذ بن جبل رحمہ اللہ والی حدیث کی) سند منکر اور

موضوع ہے جیسا کہ امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے فرمایا اور ان کے بیٹے

حضرت عبدالرحمن رحمہ اللہ نے ان سے نقل کیا ہے۔ یہ روایت

بطور متابعت پیش کی جاسکتی اور نہ ہی بطور شواہد، چہ جائیکہ اسے

حجت قرار دیتے ہوئے پیش کیا جائے۔“ [التصوف فی

میزان البحث والتحقیق للسنندی، ج: ۱، ص: ۵۵۵]

امام البانی کے دوسرے شاگرد شیخ ابو عبیدہ مشہور بن حسن آل سلمان حافظ ابو حاتم رحمہ اللہ اور حافظ دارقطنی رحمہ اللہ کی رائے کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

((ولهذا الاختلاف قال أبو حاتم الرازی كما

مضى في طريق أبي خلیل ”لا أدري من أين

جاء به“. وقال فيه ”شیخ“ ومنه تعلم أن حدیث

معاذ وأبی ثعلبة حدیث واحد، اضطرب فيه الرواة

علی مکحول .)) [تحقیق کتاب المجالسة وجواهر

العلم للدينوري، ج: ۳، ص: ۳۰۸]

”اس اختلاف (اضطراب) کی وجہ سے امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ

نے فرمایا: ”لا أدري من أين جاء به“ پھر فرمایا: ”شیخ“

ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رحمہ اللہ اور

حضرت ابو ثعلبہ الخشنی رحمہ اللہ کی حدیث ایک ہی ہے۔ راویان

حدیث اسے مکحول سے روایت کرتے ہوئے اضطراب کا شکار

ہو گئے ہیں۔ [تحقیق کتاب المجالسة وجواهر العلم

للدینوری، ج: ۳، ص: ۳۰۸]

اس حدیث کی دوسری سند:

مسند الشامیین للطبرانی (ج: ۱، ص: ۱۳۰، حدیث: ۲۰۵)

میں اس حدیث کی دوسری سند بھی سلیمان بن احمد الواسطی ثنا

ابو خلیل ثنا ابن ثوبان حدثنی ابی [عن مکحول] عن خالد

بن معدان عن کثیر بن مرة الحضرمی عن معاذ بن جبل کے

طریق سے مرفوعاً مروی ہے۔

غلطی غلط کو تقویت نہیں پہنچا سکتی:

چنانچہ اسی حوالے سے امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((أن الشاذ والمنكر مردود لأنه خطأ والخطأ لا يتقوى به))

”شاذ اور منکر قابل رد ہے کیوں کہ وہ غلط ہے اور غلط سے تقویت حاصل نہیں کی جاسکتی۔“

نیز فرمایا:

((وما ثبت خطؤه فلا يعقل أن يقوى به رواية أخرى في معناها، فثبت أن الشاذ والمنكر مما لا يعتد به ولا يستشهد به، بل إن وجوده وعدمه سواء.))

”اور جس (سند یا متن) کا غلط ہونا ثابت ہو جائے تو یہ معقول نہیں کہ اس کے ہم معنی روایت اسے تقویت پہنچائے گی۔ اس سے ثابت ہوا کہ شاذ اور منکر حدیث کی وہ اقسام ہیں جو کسی قطار و شمار میں نہیں اور نہ ہی انہیں بطور شاہد پیش کیا جاسکتا ہے بلکہ اس کا وجود اور عدم وجود دونوں برابر ہیں۔“

[صلاة التراويح للالباني، ص: ۵۷]

اسی لیے تو امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ”والمنكر أبدا منكر“ کہ ”منکر روایت ہمیشہ منکر ہی رہتی ہے۔“ [العلل ومعرفة الرجال رواية المروزي، ص: ۱۶۷، رقم: ۲۸۷۔ ومسائل الإمام احمد رواية ابن هانئ، ج: ۲، ص: ۱۶۷، رقم: ۱۹۲۵]

اوپر ہم امام ابو حاتم رحمہ اللہ سے اس حدیث کا منکر اور امام دارقطنی رحمہ اللہ سے غیر ثابت ہونا ذکر کر آئے ہیں ان دونوں محدثین اور امام البانی رحمہ اللہ و احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اقوال کی روشنی میں یہ بات طے کی جاسکتی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رحمہ اللہ کی حدیث منکر کی منکر ہی رہے گی۔ وہ خود کسی کی مؤید نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے ہم معنی کوئی اور حدیث بھی اس کی تائید نہیں کر سکتی۔ اسی مفہوم کو شیخ طارق بن عوض اللہ نے اپنی کتاب ”الارشادات في تقوية الاحاديث بالشواهد

محقق کتاب مسند الشاميين فرماتے ہیں کہ مخطوط میں [عن مكحول] کا اضافہ نہیں ہے۔ اسے میں نے اپنی طرف سے زائد کیا ہے۔ ممکن ہے کہ کاتب کی غلطی سے مکحول کی جگہ خالد بن معدان لکھا گیا ہو۔

بہر حال جو بھی صورت حال ہو امام طبرانی رحمہ اللہ کے دادا استاد سلیمان بن احمد الواسطی کو امام ابن معین رحمہ اللہ نے کذاب کہا ہے۔

[الضعفاء والمتروكين لابن الجوزي، ج: ۲، ص: ۱۴]

حافظ ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سلیمان کی احادیث میں تفردات اور غرائب ہیں۔ میرے ہاں وہ احادیث چوری کرنے والا تھا۔ اس پر احادیث مشتبہ ہو جاتی تھی۔

[الكامل لابن عدی، ج: ۳، ص: ۱۱۴۰]

آخری عمر میں اس کا حافظہ متغیر ہو چکا تھا اور یہ شراب نوشی کا دلدادہ اور موسیقی کا رسیا ہو چکا تھا جس بنا پر محدثین نے اسے متروک قرار دیا ہے۔ [میزان الاعتدال، ج: ۲، ص: ۱۹۴]

اس تفصیل سے یہ عقدہ بھی کھل جاتا ہے کہ سلیمان نے اس سند کو بھی کہیں سے چرایا ہے۔ محقق کتاب مسند الشاميين نے اسے مکحول کے واسطے سے بیان کیا ہے جب کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مکحول کے واسطے کے بغیر بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ”کلاهما غير محفوظ“ (مکحول عن مالک بن یخامر عن معاذ اور خالد بن معدان عن كثير بن مرة عن معاذ بن جبل) غیر محفوظ ہیں۔ [علل الدارقطني، ج: ۶، ص: ۵۱]

امام ابو حاتم رحمہ اللہ اور حافظ دارقطنی رحمہ اللہ کی اس توضیح کے بعد حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کا اسے صحیح میں نقل کرنا، امام پیشی رحمہ اللہ کا اس کے رجال کو ثقہ قرار دینا، اور امام البانی و دیگر حضرات کا ظاہر سند کی بنا پر اسے حسن قرار دینا بے فائدہ ہے۔ کیوں کہ بایں سند اس حدیث کا وجود عدم ہی کی طرح ہے اور جس سند یا متن کا یادوں کا غلط ہونا متحقق ہو جائے وہ کسی روایت کی کیوں کرتائید کر سکے گا۔ حالاں کہ خود اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں۔

و المتابعات“ کے مقدمہ میں بڑے بسط سے بیان کیا ہے۔
قارئین کرام! امام البانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے مقابلے میں امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ، امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی رائے رائج اور مستحکم ہے۔
امام البانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لیے سب سے مضبوط دلیل یہی تھی۔ اسی لیے انہوں نے اسے اساس قرار دیتے ہوئے باقی روایات کو اس کی متابعت میں پیش کیا۔ اب ان کی دوسری دلیل کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

پہلا شاہد: حدیث حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ:

امام البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”الاحوص بن حکیم عن مہاصر بن حبیب عن ابی ثعلبہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے الاحوص بن حکیم کو ضعیف قرار دیا ہے۔ طبرانی اور بیہقی میں مکحول عن ابی ثعلبہ بھی ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((وهو بين مكحول وأبي ثعلبة مرسلٌ جيد))

[السلسلة الصحيحة، ج: ۳، ص: ۱۳۶ ملخصاً]

امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زعم میں حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کی ہیں حالاں کہ یہ دونوں سندیں بھی اضطراب کا نتیجہ ہیں جس پر امام البانی رحمۃ اللہ علیہ مطلع نہیں ہو پائے۔

ہم ابھی اوپر امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ذکر کر آئے ہیں کہ راویان حدیث بر بنائے وہم اس حدیث کو جہاں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہاں حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھی اس کی نسبت کرتے ہیں۔

اضطراب کی مختصر تفصیل:

اسی اضطراب اور روایت میں عدم تصدیق کی وجہ سے الاحوص بن حکیم عن مہاصر بن حبیب عن ابی ثعلبہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔ جسے امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی پہلی سند باور کرایا ہے۔ یہ سند السنۃ لابن ابی عاصم (ج: ۱، ص: ۲۲۳-۲۲۴، حدیث: ۵۱۱) معجم الصحابیۃ لابن قانع (ج: ۳، ص: ۱۲۱، حدیث: ۳۰۳) مشیختہ ابی طاہر بن ابی الصقر رحمۃ اللہ علیہ

الانباری (ص: ۷۷، حدیث: ۱۰) شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ لالکائی (ج: ۳، ص: ۴۴۵، رقم: ۷۶۰) و علل الدارقطنی (ج: ۶، ص: ۵۱، ۳۲۳ و ج: ۱۴، ص: ۲۱۸) وغیرہ میں ہے۔

مہاصر بن حبیب الزبیدی ابو ضمرۃ الشامی کی توثیق کی گئی ہے مگر حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اس کے تابعی یا تبع تابعی ہونے میں متذبذب ہیں۔ اس لیے وہ کبھی اسے تابعین میں ذکر کرتے ہیں۔ الثقات لابن حبان (ج: ۵، ص: ۴۵۴) اور کبھی تبع تابعین میں۔ الثقات لابن حبان (ج: ۷، ص: ۵۲۵-۵۲۶) اگر یہ تبع تابعی ہیں تو حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے ان کی روایت منقطع ہے۔ جیسا کہ مہاصر بن حبیب اسی روایت کو مکحول عن ابی ثعلبہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً، یعنی مکحول کے واسطے سے، بھی روایت کرتے ہیں۔ شعب الایمان (ج: ۳، ص: ۳۸۱-۳۸۲، حدیث: ۳۸۳۲) و فضائل الاوقات کلاهما للبیہقی (ص: ۱۲۱، حدیث: ۲۳)۔ اگر اس سند کو درست تسلیم کیا جائے تو مکحول شامی کی حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع اور مرسل ہے۔ کیوں کہ انہوں نے چند صحابہ کرام سے سماع کیا اور ان صحابہ کرام کی فہرست میں حضرت ابو ثعلبہ کا نام شامل نہیں ہے۔ چنانچہ امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو مسہر رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ کیا مکحول نے کسی صحابی سے سنا ہے؟ فرمایا: ہمارے ہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان کا سماع متیقن ہے۔ المراسیل لابن ابی حاتم (ص: ۲۱۱، رقم: ۷۸۹)

امام ابو داؤد نے حصرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ کو بھی شامل فرمایا ہے۔

[المراسیل لابی داؤد، ص: ۳۲۲-۳۲۳]

حافظ علائی رحمۃ اللہ علیہ امام مکحول اور حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”مکحول حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے ہم عمر اور ان کے علاقے کے باسی ہیں۔ اس لیے یہ احتمال ہے کہ مکحول حسب عادت ان سے ارسال کرتے ہوں۔ مکحول تالیس کا بھی ارتکاب کرتے ہیں۔“

[جامع التحصیل للعلائی، ص: ۳۵۲، رقم: ۷۹۶]

اس لیے امام البانی رحمۃ اللہ علیہ کا مکحول عن ابی ثعلبہ کو ایک مستقل سند قرار

اس کی احادیث بیان نہ کی جائیں کیوں کہ وہ غلطی سے مرفوع احادیث بیان کرتا تھا۔ [الجرح والتعديل، ج: ۲، ص: ۳۲۸]
دوسری جگہ فرمایا:

ضعیف لا یسوی حدیثہ شیئاً، وقال: کان عندی شیءٌ فخرقته۔

[بحر الدم لابن عبد الهادی، ص: ۶۱، رقم: ۵۱]

اس لیے ایسے راوی کو بطور متابعت اور بطور شاہد پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ حافظ ابن عدی رحمہ اللہ اس کے بارے میں نرم گوشہ اختیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وهو ممن یکتب حدیثہ ولیس له فیما یرویہ متن منکر إلا أنه یأتی بأسانید لا یتابع علیہا۔

اس کی احادیث لکھی جائیں گی۔ اس کی مرویات میں کوئی منکر حدیث نہیں ہاں وہ ایسی سندیں بیان کرتا ہے جن میں اس کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ [الکامل لابن عدی، ج: ۱، ص: ۴۰۶]

گویا امام ابن عدی رحمہ اللہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ سندوں میں تفردات کا شکار رہتا ہے اور اسے متعدد پہلوؤں سے بیان کرتا ہے۔ جیسا کہ اس نے حضرت ابو ثعلبہ الخشنی رحمہ اللہ کی مرفوع حدیث کو بھی متعدد انداز سے بیان کیا ہے۔ جس کی ضروری تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

علامہ عبدالقادر حبیب اللہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”الاحوص بن حکیم کو متابعت اور شواہد میں پیش نہیں کیا جاسکتا چہ جائیکہ اسے بطور حجت پیش کیا جائے۔ لہذا اس کی اس حدیث اور دیگر احادیث کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔“

[التصوف، ج: ۱، ص: ۵۵۸]

پھر اسی روایت کو الاحوص بن حکیم کے علاوہ الحجاج بن أرقطہ، بخول عن کثیر بن مرہ الحضر می مرسلاً روایت کرتے ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ (ج: ۲، ص: ۱۰۸، حدیث:

۲۹۸۵۹) شعب الایمان (ج: ۳، ص: ۳۸۱، حدیث:

۳۸۳۱) فضائل الاوقات کلاهما للبیہقی (ص: ۱۲۳،

دینا اور حافظ بیہقی رحمہ اللہ کا اسے جید کہنا غیر جید ہے۔ کیوں کہ کبھی الاحوص بن حکیم، مہاصر بن حبیب کے واسطے کے بغیر براہ راست مکحول سے بھی بیان کرتے ہیں۔ [شعب الایمان للبیہقی، ج: ۳، ص: ۳۸۱، حدیث:

۳۸۳۱۔ وعلل الدار قطنی، ج: ۶، ص: ۵۱]

اور کبھی الاحوص بن حکیم اپنے مذکورہ بالا استاد مہاصر بن حبیب کے بجائے حبیب بن صہیب عن مکحول عن ابی ثعلبہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔

[المعجم الکبیر للطبرانی، ج: ۲۲، ص: ۲۲۳، ح: ۵۹۰]

اور کبھی اس سند میں مکحول کا واسطہ حذف کر دیتے ہیں۔ المعجم الکبیر للطبرانی، (ج: ۲۲، ص: ۲۲۳، حدیث: ۵۹۳)
العلل المتناہیۃ لابن الجوزی (ج: ۲، ص: ۷۰، حدیث: ۹۲۰) وعلل الدار قطنی (ج: ۶، ص: ۵۱، ۳۲۳ و ج: ۱۴، ص: ۲۱۸)

الاحوص بن حکیم ضعیف ہے:

اس حدیث کی سند کے مرکزی راوی الاحوص بن حکیم بذات خود ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں۔ محدثین نے ان پر مفسر جرح کی ہے۔ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ کا ایک قول ہے کہ

لا یکتب حدیثہ۔ [الضعفاء لأبی نعیم، ص: ۶۳،

رقم: ۲۲۳]

امام ابن معین رحمہ اللہ لا شیء اور امام ابو حاتم رحمہ اللہ لیس بقوی منکر الحدیث کی جرح کرتے ہیں۔

[الجرح والتعديل، ج: ۲، ص: ۳۲۸]

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یروی المناکیر عن المشاہیر ترکہ یحی القطان

وغیرہ۔ [المجروحین لابن حبان، ج: ۱، ص: ۱۷۵]

یعنی ”مشہور راویوں سے منکر احادیث بیان کرتا ہے۔ امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ وغیرہ نے اسے ترک کر دیا تھا۔“

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لا یروی حدیثہ یرفع الأحادیث إلی النبی ﷺ۔

حدیث: ۲۳، وقال هذا مرسل جيد) وعلل الدار قطنی (ج: ۵، ص: ۱۴، ص: ۲۱۸)

اس سند سے بیان کرنے والے حجاج بن ارطاة صدوق کثیر الخطا والتدلیس ہیں۔ [التقریب: ۱۲۳۹] اور یہ روایت انہوں نے مکحول سے سماعت نہیں کی۔ امام مکحول سے حجاج بن ارطاة کے سماع کا اگرچہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اثبات کیا ہے۔ [جامع التحصیل للعلانی، ص: ۱۹۲] مگر امام ابوزرعة الرازی رحمہ اللہ نے ان کے سماع کا انکار کیا ہے۔ [المراسیل لابن ابی حاتم، ص: ۴۷، رقم: ۱۶۴ وجامع التحصیل للعلانی، ص: ۱۹۲] حافظ عجلی رحمہ اللہ نے اس کے عدم سماع کے ساتھ ساتھ یہ بھی وضاحت فرمائی ہے کہ وہ مکحول سے ارسال کرتے ہیں۔

[معرفة الثقات والضعفاء للعجلی، ج: ۱، ص: ۲۸۴ و تاریخ الثقات للعجلی، ص: ۱۰۷، رقم: ۲۵۱] گویا حجاج اور مکحول کے درمیان انقطاع ہے۔

اس سند میں حجاج کے دادا استاد کثیر بن مرة سے مرسل بیان کرتے ہیں۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ موصوف ثقہ تابعی ہیں۔ [التقریب: ۶۳۲۳] اس لیے روایت مرسل ہے اور یہ مرسل ہی روایت کرتے ہیں۔ [جامع التحصیل للعلانی، ص: ۳۱۸، رقم: ۶۵۰] اس لیے کثیر بن مرة کا ارسال بھی اس سند کے ضعف کو مزید مستحکم کرتا ہے۔

امام مکحول سے روایت کرنے میں حجاج متفرد نہیں ہیں بلکہ مصنف عبدالرزاق (ج: ۴، ص: ۳۱۷، حدیث: ۷۹۲۴) میں قیس بن سعد اس کا متابع موجود ہے مگر اس متابع کا شاگرد المثنی بن الصباح ضعیف راوی ہے۔ [التقریب: ۷۲۹۶] اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ متابعت اسی وقت مؤثر ہوگی جب متابع تک سند صحیح ہوگی۔

[الارشادات للشیخ طارق بن عوض اللہ، ص: ۶۴]

ان راویان حدیث کے علاوہ دیگر راویان اسی سند کو مختلف انداز سے بیان کرتے ہیں جنہیں امام دارقطنی نے کتاب النزول میں بیان کیا ہے۔

محدثین کی اس حدیث پر جرح:

اسی لیے تو حافظ الدین امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: والحدیث مضطرب غیر ثابت۔

[علل الدار قطنی، ج: ۶، ص: ۳۲۴]

”یہ حدیث مضطرب ہونے کی بنا پر غیر ثابت ہے۔“

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هذا حدیث لا یصح. [العلل المنہاجیة، ج: ۲،

ص: ۷۰، حدیث: ۹۲۰]

محقق شہیر شیخ الشریف حاتم بن عارف العونی فرماتے ہیں:

اس حدیث میں اضطراب ہے جسے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے العلل

اور النزول میں بیان کیا ہے۔

[تحقیق مشیخة ابی طاہر بن ابی الصقر، ص: ۷۸]

شیخ عبدالقادر حبیب اللہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ثعلبہ

الکحشی رحمہ اللہ کی حدیث صحیح نہیں اور نہ ہی وہ متابعت کے قابل ہے اور نہ ہی

شواہد کے۔ [التصوف فی میزان البحث، ج: ۱، ص: ۵۵۹]

چوں کہ حضرت معاذ بن جبل رحمہ اللہ اور حضرت ابو ثعلبہ الکحشی رحمہ اللہ

دونوں کی حدیثیں ایک ہی ہیں اس لیے ان میں سے کوئی بھی دوسری کو

تقویت نہیں پہنچا سکتی۔ [جاری ہے]



دعائے مغفرت

گزشتہ دنوں مولانا ادریس ہاشمی ۲۵ مئی ۲۰۱۰ء اور مولانا محمد

ادریس فاروقی سوہدروی ۹ جون ۲۰۱۰ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

(انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ دونوں کی وفات احباب جماعت کے لیے

ایک صدمہ ہے ایک اجلاس میں شیخ الحدیث مولانا یوسف رحمہ اللہ نے

مرحومین کی دینی خدمات پر خراج تحسین و دعائے مغفرت کروائی۔

[عنایت اللہ امین، مدرس دارالحدیث راجوال]

ماہ شعبان کی حیثیت از روئے سنت نبویہ ﷺ

ترتیب: مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

الحمد لله رب العالمين .

ہماری خوش قسمتی ہے کہ رمضان المبارک آرہا ہے، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس کی برکتوں اور سعادتوں سے بہرہ ور ہونے کی توفیق پائیں گے حالیہ مہینہ شعبان ہے۔ ہمارے اس مادی دور میں..... کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا جوئی کی طرف توجہ سے طبائع ہٹ چکی ہیں، روحانی ترقی، قلب کی زندگی اور اخلاقی برتری کے اسباب و دواعی سے ناواقفیت عام ہے۔ روح کو جلا بخشنے والے خاص اوقات آتے ہیں اور غفلت میں گزر جاتے ہیں۔!

ماہ شعبان بھی بعض روحانی خصوصیتوں پر مشتمل مہینہ ہے۔ بنا بریں چاہیے یہ کہ اس کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں، ان کو معلوم کیا جائے، عوام کو بتایا جائے، توجہ سے ان کو سنا جائے پھر ان کے مطابق عمل کی کوشش کی جائے۔

افراط و تفریط:

افسوس! اگر ایک طرف بے عملی اور بے توجہی کا وہ حال ہے تو دوسری طرف یہ غلو ہے کہ بعض سعادتوں کے مواقع حصول کے اس مہینے میں عجوبہ پسند لوگوں نے مختلف قسم کی بدعات گھڑ رکھی ہیں اور اس کی پندرہویں رات کے متعلق بہت سی غلط باتوں نے شہرت پا رکھی ہے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ ہزار ہزار رحمتیں برسائے محدثین کرام رحمہ اللہ پر جنہوں نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے رکھ دیا ورنہ گمراہ صوفیوں، جاہل واعظوں اور مفاد پرست ملاؤں نے تو صحیح اسلام کی صورت ہی مسخ کر کے رکھ دی تھی۔ جس کے نتیجے میں عوام نے اور بھی بہت سی رسموں اور مسرفانہ عادتوں کا اضافہ کر لیا۔ اب صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ ان ہی بدعات و رسموں کا چرچا ہے اور شعبان کی صحیح حیثیت بالکل دب کر رہ گئی ہے۔

شعبان، نفلی روزوں کا مہینہ:

سب سے پہلی اور اہم یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اس مہینہ میں نفلی روزے رکھنا رسول اللہ ﷺ بہت پسند فرماتے تھے۔

كَانَ أَحَبَّ الصَّوْمِ إِلَيْهِ فِي شَعْبَانَ . رواه احمد والطبرانی في الاوسط وفيه عثمان بن رشيد الثقفی وهو ضعيف .

[مجمع الزوائد، ص: ۱۹۲، ج: ۳]

اس مضمون کی متعدد احادیث جن سے بعض صحیح ہیں امام منذری رحمہ اللہ نے یک جامع کر دی ہیں۔

[الترغیب والترہیب، ج: ۲، ص: ۱۱۷]

شعبان، عملوں کی سالانہ پیشی کا مہینہ:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! سب مہینوں سے زیادہ نفلی روزے آپ شعبان میں کیوں رکھتے ہیں؟ فرمایا:

ذَاكَ شَهْرُ يُغْفَلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ وَأَحَبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ . [رواه النسائي وابوداؤد وصححه ابن خزيمة- فتح الباری، ج: ۲، ص: ۲۹۶- الترغیب، ج: ۲، ص: ۱۶- مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۳، ص: ۱۰۳]

یعنی ”رجب اور رمضان کے درمیان کے اس مہینہ سے لوگ عموماً غفلت برتتے ہیں حالانکہ یہ بھی وہ ماہ ہے جس میں (سالانہ رپورٹ کے طور پر انسانوں کے) عمل پروردگارِ عالم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل جب پیش ہوں تو اس وقت مجھے روزے کی حالت میں

کے طور پر ہے تاکہ ان روزوں کی حلاوت و تلاوت رمضان کے لیے باعث شوق ہو۔

وقد قيل في صوم شعبان معنى أخر وهم أن صيامه كالتمرين على صيام رمضان لئلا يدخل في صوم رمضان على مشقة وكلفة بل يكون قد تمرن على الصيام واعتاده ووجد بصيام شعبان قبله حلاوة الصيام ولذته فيدخل في صيام رمضان بقوة ونشاط ولما كان شعبان كالمقدمة لرمضان شرع فيه ما يشرع في رمضان من الصيام وقراءة القرآن ليحصل الصاحب لتلقى رمضان وترقاض النفوس بذلك على طاعة الرحمن انتهی۔

[من لطائف المعارف، ص: ۱۴۱]

(خلاصہ ترجمہ اس عبارت سے پہلے دیا گیا ہے۔) اور شاید یہ بھی

ایک حکمت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے شعبان میں روزے وغیرہ کے اہتمام کی ہو۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ عمل حفاظ کرام کے لیے اسوہ ہے انہیں چاہیے کہ شعبان ہی میں قرآن مجید کی اپنی منزل کی زور و شور سے تیاری شروع کر دیں تاکہ تراویح میں سہولت رہے۔

شعبان بحیثیت سنن رواتب:

احادیث متعلقہ شعبان کو فقہائے محدثین رحمہم اللہ نے اس نظر سے بھی دیکھا ہے کہ صیام شعبان کو صیام رمضان سے وہی نسبت ہے جو فرض نمازوں سے پہلے اور بعد کی سنن مؤکدہ کو فرض نمازوں سے نسبت ہے کہ بہ لحاظ فضیلت ان نوافل (تطوعات) کو بھی فرائض کے ساتھ ہونے کا شرف حاصل ہو گیا پھر ان سے فرائض میں کوتاہیوں کی بفضلہ تعالیٰ تلافی بھی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وذلك يلتحق بصيام رمضان تقریه منه ویكون منزلة من الصيام بمنزلة السنن الرواتب مع الفرائض قبلها وبعدها فيلتحق بالفرائض في

ہونا چاہیے۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم کا شوق عمل:

حسب تحریر حافظ ابن رجب رحمہ اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے زمانہ میں لوگ شعبان کا چاند دیکھتے ہی قرآن مجید پر خاص توجہ دیتے، بہ کثرت تلاوت کرتے اور غرباء و مساکین پر زکوٰۃ تقسیم کرتے تاکہ وہ بھی رمضان کے لیے اپنا خرچ خوراک اطمینان سے فراہم کر لیں۔

روينا باسناد ضعيف عن انس قال كان المسلمون اذا دخل شعبان انكبوا على المصاحف فقرأوها واخرجوا زكوة اموالهم تقوية للضعيف والمسكين على صيام رمضان. [لطائف المعارف فيما لمواسم

العام من الوظائف، ص: ۱۴۱]

رمضان کا پیش خیمہ:

وروی الترمذی عن انس قال سئل النبی ﷺ أَى الصَّوْمِ أَفْضَلُ بَعْدَ رَمَضَانَ قَالَ شَعْبَانُ لَتَعْظُمَ رَمَضَانَ قَالَ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ صَدَقَةٌ فِي رَمَضَانَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيثٌ غَرِيبٌ. [الترغيب، ج: ۲، ص: ۱۱۷] وفی سندہ صدقہ بن موسیٰ وهو كما قال الحافظ عندهم ليس بالقوى. [فتح، ج: ۲، ص: ۲۹۷]

یعنی ”آحضرت ﷺ سے سوال ہوا، نفلی روزے کون سے افضل ہیں؟ فرمایا: شعبان میں کہ ان میں رمضان کا اعزاز ہے۔ نیز سوال ہوا صدقہ کن دنوں میں افضل ہے؟ فرمایا: رمضان شریف میں۔“

رمضان کے لیے تیاری:

مطلب یہ کہ شعبان، ماہ رمضان کے لیے تیاری اور مشق کا مہینہ ہے جیسا کہ حافظ عبدالرحمن ابن رجب رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۵ھ فیض یافتہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) نے لکھا ہے کہ یہ رمضان کے لیے تیاری اور مشق

الفضل وہی تکملہ لنقص الفرائض الخ .

[لطائف، ص: ۱۳۵]

یعنی ”شعبان کا مہینہ رمضان ہی کے ملحقات سے ہے۔ مزید یہ کہ رمضان شریف میں ہو جانے والی لغزشوں کا شعبان کی عبادتوں سے کفارہ ہو سکے گا۔“

ہمارے لیے سبق:

اس تفصیل سے مقصد یہ ہے کہ شعبان کو رمضان المبارک کی تیاریوں میں صرف کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عنایت فرمائے، آمین۔

لیلة ابراءة (شب براءت):

یہ تو ہوئی شعبان کی عمومی فضیلت، اس کے ساتھ پندرہویں رات کو مزید خصوصیت یہ حاصل ہے کہ اس رات اللہ تعالیٰ اپنے اہل توحید بندوں علیہ السلام پر خصوصی توجہ فرماتا ہے۔ برکتیں نازل ہوتی ہیں، تجلیات ربانیہ کا ظہور ہوتا ہے:

﴿وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ﴾

لہذا اس رات تلاوت قرآن مجید (نفل نماز میں یا اس کے علاوہ) اور دعاء یا ذکر الہی کی طرف ہمیں بھی مصروف ہو جانا چاہیے۔ اس سلسلے میں متعدد روایات آئی ہیں۔ ازاں جملہ

۱۔ عن عائشة رَفَعَا أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لَأَكْثَرِ مَنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمٍ كُلِّبٍ . اخراجہ احمد والترمذی وابن ماجہ و ذکر الترمذی عن البخاری انہ ضعفه . [لطائف، ص: ۱۴۳]

یعنی ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس رات پہلے آسمان پر نزول فرماتا ہے اور (اہل توحید) بندوں کی بہت بڑی اکثریت کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔“

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی نے فرمایا: ایک مرتبہ رات کے وقت

رسول اللہ ﷺ نے نفل نماز پڑھی جس میں اتنا طویل سجدہ فرمایا کہ مجھے خیال ہوا (شاید) آپ کی روح پرواز کر گئی ہو میں نے آپ کو بلایا تو آپ سجدے کی حالت میں یوں دعا کر رہے تھے:

أَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَأَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخِطِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحَقِّبُ ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ .

”(اے اللہ!) میں تیرے عفو کی پناہ میں آتا ہوں، تیری سزا سے، اور تیری خوشنودی کی پناہ میں آتا ہوں، تیری ناراضگی سے، اور تیری رحمت وغیرہ کی پناہ میں آتا ہوں، تیرے غضب وغیرہ سے، (الہی!) میں تیری ثنا کیا کر سکتا ہوں تو..... ویسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی ثنا فرمائی ہے!“

پھر نماز سے فارغ ہو کر فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا! آج شعبان کی پندرہویں رات ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ يَطْلُعُ عَلَى عِبَادِهِ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِلْمُسْتَغْفِرِينَ وَيَرْحَمُ الْمُسْتَرْحِمِينَ وَيُؤَخِّرُ أَهْلَ الْحَقْدِ كَمَا هُمْ . رواه البيهقي من طريق العلاء بن الحارث عنها وقال مرسل جيد يعني ان العلاء لم يسمع من عائشة .

[الترغيب، ج: ۲، ص: ۱۱۹ - ج: ۳، ص: ۴۶۲]

یعنی ”اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر اس رات خصوصی توجہ ہوتی ہے، مغفرت طلب کرنے والوں کے گناہ معاف فرماتا ہے، رحمت کے طلبگاروں کو رحمتوں سے نوازتا ہے۔ سوائے کینہ پرور لوگوں کے کہ ان کا معاملہ ملتوی رکھا جاتا ہے۔“

۳۔ عن ابی موسیٰ عن رسول اللہ ﷺ قَالَ إِنَّ اللَّهَ لَيَطْلُعُ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لَجَمِيعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحٍ اخراجہ ابن ماجہ وفي سندہ ابن لهيعة وهو ضعيف .

۴۔ و ذکر مثلہ المنذرى فى الترغيب [۴۵۹،

”شب برات“ کی وجہ تسمیہ:

شاید یہ ہو کہ اس رات کو اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی رحمت سے بہ کثرت بہت سے (اہل توحید) گنہگاروں کو دوزخ کی آگ سے بری (آزاد) کر دینے کا حکم صادر فرما دیتا ہے جیسا کہ مذکورہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ نیز حدیث مذکور نمبر ۲ میں ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ أَيُّنِي جِبْرِيلُ فَقَالَ هَذِهِ لَيْلَةُ
النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَلِلَّهِ فِيهِ عُتْقَاءُ إِنَّ النَّارَ. الحديث

[الترغیب، ج: ۲، ص: ۱۱۸]

یعنی ”آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے آ کر بتایا ہے کہ آج شعبان کی پندرھویں شب ہے جس میں اللہ تعالیٰ بہت سے (ایسے) لوگوں کو (جہنم کی سزا سے) بری کر دیتا ہے۔“

عبرت کی بات:

ان روایات میں چند ایسے گناہوں کا بیان ہے جن کے مرتکب اس مبارک رات اللہ تعالیٰ کی عنایات سے محروم رہتے ہیں۔ قاتل، کینہ توز، مشرک، زانیہ عورت بلکہ حضرت عائشہ کی حدیث مذکور میں تہبند پانچامہ نیچے لٹکانے والوں، قطع رحمی کرنے والوں، ماں باپ کے نافرمان اور عادی شریعوں کو ایسے بدقسمت محروم رہنے والوں سے بچنا فرمایا گیا ہے۔

لفظ یہ ہیں:

لَا يَنْظُرُ اللَّهُ فِيهَا إِلَى مُشْرِكٍ وَلَا مُشَاحِنٍ وَلَا إِلَى
قَاطِعِ رَحِمٍ وَلَا إِلَى مُسْبِلِ إِزَارٍ وَلَا إِلَى عَاقٍ لَوْلَدَيْهِ
وَلَا إِلَى مُدْمِنٍ خَمْرٍ. الحديث رواه البيهقي كما
اروده المنذرى بصيغة التمریض.

[الترغیب، ج: ۳، ص: ۴۶۰]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ شب برات کی فضیلت حاصل کرنے کی کوشش کرنے والوں کو اپنے کردار کا جائزہ بھی لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ج: ۳] من رواية معاذ بن جبل وقال رواه الطبرانی
فی الاوسط وابن حبان فی صحیحہ والبیہقی رواه
البزار البیہقی من ابی بکر الصدیق وبنحوہ باسناد
لا باس بہ - انتہی - ولفظ حدیث الصدیق ذکرہ
فی مجمع الزوائد، ص: ۶۵، ج: ۸.
یعنی ”اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات اپنی عنایت خاصہ
سے مشرک اور (کسی مسلمان سے) کینہ رکھنے والے کے سوا،
سب کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔“

۵۔ ویروی من حدیث عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ
مَرْفُوعاً إِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ نَادَى مُنَادٍ
هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهُ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَأَعْطِيَهُ فَلَا
يَسْأَلُ أَحَدٌ شَيْئاً إِلَّا أُعْطِيَتْهُ إِلَّا زَانِيَةً بَفَرَجِهَا أَوْ
مُشْرِكاً. [لطائف، ص: ۱۴۳]

یعنی ”اس رات (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اعلان ہوتا ہے کہ
ہے کوئی گناہوں کی مغفرت طلب کرنے والا تو میں اس کے
گناہ بخش دوں اور جو کوئی سوالی ہے میں اس کو دے دوں گا۔
(فرمایا) ہر سائل کی امنگ پوری کر دی جاتی ہے سوائے زانیہ
عورت اور مشرک آدمی کے۔“

۶۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے ہم لفظ ایک حدیث بحوالہ مسند امام
احمد الترغیب [ج: ۲، ص: ۱۱۹، ج: ۳، ص: ۴۶۰] وجمع الزوائد [ج: ۸،
ص: ۶۵] میں بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وارد ہے۔ جس کے آخر میں
الفاظ ہیں:

فَيَغْفِرُ لِعِبَادِهِ إِلَّا اثْنَيْنِ مُشَاحِنٍ وَقَاتِلِ نَفْسٍ قَالَ
الاستاد احمد شاكر في تعليق المسند [ج: ۱۰،
ص: ۱۶۶] اسنادہ صحیح .

یعنی ”کینہ پرور اور (ناحق کسی مسلمان کو) قتل کرنے والے
کے سوا اس رات اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کے گناہ معاف فرما
دیتا ہے۔“

کہ مسانید اور کتب سنت میں اس کے فضائل وارد ہیں۔“

شب برأت میں کرنے کے کام:

احادیث مذکور کی رو سے یہ رات غفلت سے نہیں گزرنی چاہیے۔ ذکر الہی میں مشغولیت، الحاج و زاری سے اپنے گناہوں کی مغفرت کی طلب اپنی جائز ضرورتوں کے لیے بارگاہ الہی میں دعائیں نماز میں یا نماز کے علاوہ تلاوت قرآن مجید۔ بس یہ ہے اس رات کے گزارنے کا صحیح طریقہ۔ خوش نصیب ہیں وہ سعید روحیں جو اس فیضان رحمت سے مستفیض ہوں اور اس رات ذرا اپنے گناہوں کی طرف دھیان دے لیں، حسد و کینہ کو خیر باد کہہ دیں، شرک اور کفر کے جراثیم سے اپنے آپ کو پاک و صاف کر لیں۔ بدعات اور رسوم سے سخت اجتناب اور ہول و لعب سے یکسر احتراز کریں۔ اللہم وفقنا لما تحبہ و ترضاه

اس رات میں خصوصی نماز کوئی نہیں:

تاہم لوگوں نے اس رات میں ہزری نماز (صلوٰۃ الا لغیر) اور نماز رغائب وغیرہ جو ایجاد کر رکھی ہیں شریعت میں ان کا کوئی اصل نہیں۔ اس بارے میں جتنی روایتیں بعض کتابوں میں درج ہو گئی ہیں وہ سب موضوع اور جھوٹی ہیں۔ لہذا ایسی نمازیں پڑھنا بدعت اور گناہ ہے جیسا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (اقتضاء الصراط، ص: ۳۰۳) ملا علی قاری حنفی (موضوعات کبیر، ص: ۸۹) ابوبکر طرطوسی مالکی (الحوادث والبدع) اور علامہ ابوشامہ شافعی (الباعث علی ابن رجب) لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس رات کا قیام خصوصی ثابت نہیں۔

قیام لیلة النصف لم تثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا عن

الصحابہ . [لطائف، ص: ۱۴۵]

شب برأت کو قبروں پر جانا:

کسی صحیح و مستند حدیث سے ثابت نہیں اس کا ذکر صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی دو روایتوں میں آیا ہے۔ ایک ترمذی کی روایت جس کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف فرمایا ہے۔ اس لیے کہ وہ دو جگہ سے منقطع ہے، دوسری بیہقی کے حوالے سے الترغیب میں ہے اور وہ بھی ضعیف ہے۔

اس حدیث کی استنادی حیثیت:

جو روایتیں ہیں بلاشبہ ان میں سے اکثر فرداً فرداً کمزور ہیں تاہم بعض محدثین کے نزدیک کچھ ثابت بھی ہیں۔ حافظ ابن رجب لکھتے ہیں:

وفی فضل لیلة نصف شعبان احادیث اخر متعددة وقد اختلف فیہا فففعفہا الا کثرون و صحح ابن حبان بعضها و اخر جہ فی صحیحہ .

[لطائف، ص: ۳۳]

یعنی ”شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت میں متعدد حدیثیں آتی ہیں اکثر نے جن کی تضعیف کی ہے لیکن امام ابن حبان نے بعض کو صحیح مانا ہے۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے ژوف نگاہ کا بھی فیصلہ یہ ہے:

لیلة النصف فی شعبان فقد روى فی فضلہا من الاحادیث المرفوعة والآثار ما يقتضى ایضا لیلة مفضلة وان من السلف من كان یخصہا بالصلوة فیہا ومن العلماء من السلف من اهل المدينة وغیرہم من الخلف من الکر فضلہا وطعن فی الاحادیث الواردة فیہا لكن الذین علیک کثیر من اهل العلم او اکثرہم من اصحابنا وغیرہم علی تفضیلہا وعلیہ یدل نص احمد وما یصدق لتعدد الاحادیث الواردة فیہا وما یصدق ذلك والسنن من الثانی السلفية وقد روى بعض فضائلہا فی المسانید . واقنضاء الصراط المستقیم .

ص: ۳۰۲، مطبع السنة المحمدیہ مصر ۱۳۶۹ھ۔ ”نصف شعبان کی فضیلت میں کئی مرفوع روایات اور سلف کے آثار موجود ہیں جن کی بناء پر امام احمد وغیرہ اکثر اہل علم یہ مانتے ہیں کہ اس کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ بعض سلف اس رات نوافل پڑھتے تھے گو بعض اہل مدینہ وغیرہ علماء نے ان روایات کو کمزور کہا ہے لیکن اکثر نے اسے تسلیم نہیں کیا اس لیے

لیکن یہ روایت بھی اتنی سخت ضعیف ہے کہ اس پر مسئلہ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی..... کیوں کہ اس کی سند میں ابوبکر بن عبد اللہ بن ابی سبرہ راوی ایسا سخت کمزور ہے کہ اس کو صناعت (جھوٹی روایتیں گھڑنے والا) کہا گیا ہے۔ اسی لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

واما صوم یوم النصف مفرداً فلا اصل له بل افرادہ

مکروہ . [اقتضاء الصراط المستقیم، ص: ۳۰۲]

یعنی ”صرف ۱۵ شعبان کا روزہ بالکل بے اصل ہے اگر اکیلا ہی رکھا جائے تو مکروہ ہوگا۔“

بعض حضرات صحیح مسلم کی عمران بن حصین کی ایک حدیث کو اصل بنا کر اس روایت کو اس کی تائید میں لاتے ہیں۔ لیکن واضح ہو کہ حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو پندرہویں تاریخ کے روزے سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ لطائف المعارف (ص ۱۴۱-۱۵۱) اور مرعاة المفاتیح (ص ۲۳۹، ج: ۲) میں اس کی بڑی عمدہ تحقیق فرمائی گئی ہے۔

ثانیاً: اس روایت سے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ پندرہویں رات کی وجہ سے البقیع میں تشریف لے گئے تھے۔ اس کا ذکر تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بطور ایک واقعہ کے فرمایا ہے۔ یعنی علمی اصطلاح میں یہ حکایت حال ہے۔

وحکایۃ حال لا عموم لها .

ثالثاً: بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن البقیع جانے کی ویسے آپ کی عادت مبارک تھی، لہذا اس رات قبرستان جانے کا مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔

پندرہویں شعبان کا روزہ:

اس کا ذکر بھی صرف ایک ہی روایت میں ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سنن ابن ماجہ میں مروی ہے:

قوموا لیلھا وصوموا انھا راھا .

”اس رات کو قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو۔“

لٹریچر حاصل کریں

ماہ رمضان المبارک کی مناسبت سے ایک کتابچہ ”ہم نے آج تراویح میں کیا پڑھا“ تراویح کے دوران روزانہ پڑھے جانے والے قرآن کریم کے حصے کا خلاصہ مع بنیادی عقائد و دیگر معلومات اور قرآنی و مسنون دعائیں مع آسان ترجمہ مفت تقسیم کی جا رہی ہیں۔ خواہش مند خواتین و حضرات کم از کم پندرہ (۱۵) روپے کے ڈاک ٹکٹ بنام ڈاکٹر ممتاز عمر T-473 کورنگی نمبر 2 کراچی 74900 کے پتے پر روانہ کر کے کتابچے حاصل کر سکتے ہیں۔ [ممتاز عمر]

ضرورت خطباء و مدرستین

ادارہ نصر الائمہ گوجراں والا کو بعض مساجد اہل حدیث میں خطباء اور مدرستین کی ضرورت ہے۔ شادی شدہ اور تعلیم یافتہ اہلیہ والے حضرات کو ترجیح دی جائے گی۔ اپنی تعلیمی اسناد اور قابلیت و تجربہ کے ساتھ درخواست منسلک کر کے تشریف لائیں۔ معقول تنخواہ اور رہائش دی جائے گی، ان شاء اللہ۔ [امیر حمزہ حماد طور، ناظم ادارہ نصر الائمہ اولیس آٹومارکیٹ کھیالی بانی پاس۔ گوجراں والا۔ فون: 0333-8112611]

توجہ فرمائیں

جامع مسجد رحمانیہ اہل حدیث شوالہ چوک سنگھ پورہ لاہور کی توسیع جاری ہے۔ قالب ہونے کے بعد لینٹر کا کام شروع ہے۔ مخیر جماعتی احباب بھرپور توجہ فرمائیں تاکہ مسجد و مدرسہ کی تعمیر کا کام جلد پایہ تکمیل تک پہنچ سکے۔ مولانا احمد علی توحیدی (گوجراں والا) جامع مسجد رحمانیہ اہل حدیث شوالہ چوک سنگھ پورہ لاہور میں مستقل خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں، مولانا یحییٰ قاسم صاحب رحمانیہ مسجد کی امامت و خطابت سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔ [حافظ عبدالرحمن نعیم سرپرست جامع مسجد رحمانیہ و جامعہ عمر بن خطاب شوالہ چوک سنگھ پورہ لاہور۔ فون: 042-36861370]

آہ! مولانا فاروقی مرحوم

بیٹے دنوں کی چند یادیں

(مولانا) ارشاد الحق اثری

۱۹۶۶ھ کے بعد وہ الجامعۃ الاسلامیہ گوجراں والا میں تکمیل کے لیے پہنچے، شیخ الشیوخ حضرت مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی اور حضرت الاستاذ مولانا ابوالبرکات احمد رحمہما اللہ و نور اللہ قبورہما، سے بھرپور استفادہ کیا۔ اور یہ ناکارہ، مولانا محمد اکرم جمیل صاحب کی رفاقت میں حضرت مولانا حافظ محمد بنیامین صاحب برد اللہ مزبجہ کے ہاں جھوک دادو کے قریبی گاؤں کٹو میں حاضر ہوا۔ ہم وہاں تقریباً چھ ساتھی تھے اور محترم حافظ صاحب تھے۔ سال بھر ان کی خدمت میں رہے۔

سال کے اختتام پر حافظ صاحب کے ایماء سے الجامعۃ الاسلامیہ میں حضرت محدث گوندلوی کی خدمت میں حاضر ہونے کا پروگرام بنایا تو میں نے مولانا فاروقی صاحب کو خط لکھا کہ آپ اگر ساتھ دیں تو میرا داخلہ الجامعۃ الاسلامیہ میں آسانی سے ہو جائے گا۔ یہ اسی سال رمضان المبارک کے ایام کی باتیں ہیں۔ انہوں نے واپسی تاریخ اور دن کی تعیین سے مجھے الجامعہ میں حاضر ہو جانے کا خط لکھا۔

میں حسب پروگرام وہاں پہنچا تو وہ وہاں مجھ سے پہلے پہنچ چکے تھے اور میرے منتظر تھے۔ مجھے ساتھ لے کر حضرت مولانا ابوالبرکات احمد کی خدمت میں حاضر ہوئے میرا تعارف کروایا اور داخلے کے لیے ان سے سفارش کی۔ یوں ان کے تعاون سے میرا داخلہ ہو گیا۔

اسی سال کے دوران میں مجھے ان کی ملاقات کے لیے سوہدرہ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ان کے والد گرامی حضرت مولانا حافظ محمد یوسف کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ حافظ صاحب کے مطب پر ہی ملاقات ہوئی۔ انتہائی منکسر المزاج، حلیم الطبع، ذاکر و شاکر اور کم گو بزرگ تھے۔ بڑی محبت اور شفقت سے ملے۔ مسجد کے قریب حضرت

سوہدرہ، ضلع گوجراں والا کا ایک ایسا مردم خیز خطہ ہے کہ شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے بڑے بڑے عظیم انسانوں کے مولد و مسکن کا شرف اسی سرزمین کو حاصل ہے۔ حکیم و طبیب، شعراء و ادیب، علماء و مشائخ، صحافت و سیاست، خطاط و انجینئرز سبھی اس خطہ سے اٹھے اور آسمان شہرت و عظمت پر ہمیشہ کے لیے اپنا نقش چھوڑ گئے۔ ان میں سب سے زیادہ جس نے شہرت دوام پائی وہ وہاں کا علوی خاندان ہے۔ اس کے سب سے پہلے بزرگ اور مصلح حضرت مولانا غلام نبی رحمہ اللہ تھے جو شیخ الکمل فی الکمل حضرت میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ محدث دہلوی کے شاگرد رشید اور مولانا سید محمد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے فیض یافتہ تھے۔ جن کے علوم و معارف نے پورے علاقے کو سیراب کیا۔ ان کے احترام میں لوگ انہیں ”جی ہوری“ یا ”جی صاحب“ کہہ کر پکارتے تھے۔ اسی خاندان علوی کے ایک چشم و چراغ میرے ممدوح حضرت مولانا محمد ادریس فاروقی تھے۔ جو میرے ہم کتب ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے۔

۱۹۶۴، ۶۵، ۶۶ میں نے اور انہوں نے اکٹھے الجامعۃ السلفیہ فیصل آباد میں گزارے۔ دو سال وہ وہاں جمعیتہ الطلبہ السلفیہ کے امیر رہے۔ کلاس میں وہ مجھ سے ایک سال آگے تھے مگر عصر کے بعد اکثر و بیشتر مجلس ہوتی اور اس میں شریک مجلس مولانا محمد مدنی جہلمی مرحوم، مولانا محمد اکرم جمیل شیخ الحدیث الجامعۃ الاثریہ بھی ہوتے۔ چائے کا دور چلتا اور ہلکی پھلکی باتوں کے بعد ہم اپنے اپنے کمرے کی راہ لیتے۔

سرخ و سفید چہرہ، خوب صورت موٹی موٹی آنکھیں، ان پر چشمہ، سیاہ گھنی داڑھی، میانہ قد، سفید لباس، چال ڈھال میں متانت و وقار، گفتگو میں چٹنگی اور سنجیدگی۔ یہ تھے میرے دوست مولانا فاروقی نور اللہ مرقدہ۔

مولانا عبدالجبار رحمہ اللہ، جو مولانا فاروقی مرحوم کے دادا جان تھے اور ایک کامیاب خطیب ایک عظیم طبیب اور مصنف تھے، کے مکتبہ کی زیارت کا اتفاق بھی ہوا۔ مکتبہ میں ہی مولانا مرحوم کی شیروانی اور رومی ٹوپی ان کی یاد دل رہی تھی۔

عصر کی نماز کے بعد مولانا فاروقی مرحوم اپنی زمین کی سیر کے لیے لے گئے۔ راستہ میں ایک جگہ پرانی کھجوروں کے آثار آئے تو انہوں نے بتلایا کہ دادا جان کے پاس ایک بار حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ منصور پوری تشریف لائے۔ اور دادا جان انہیں لے کر چہل قدمی کے لیے جب یہاں سے گزرے تو قاضی صاحب یہاں رک گئے اور ان کھجوروں کو غور سے دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے دادا جی سے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس نام کا کوئی رئیس یا راجہ تھا اسی کے نام کی ترتیب پر یہ کھجوریں لگائی گئی تھیں۔ اللہ اکبر

سوہدرہ اس کے بعد بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ بلکہ ایک مرتبہ وہاں خطبہ جمعہ بھی دیا۔ اس کے بعد مولانا فاروقی کو سب سے تشریف لے گئے۔ وہاں مسجد غزنویہ کے نام کی قدیم مسجد کے خطیب مقرر ہوئے اور یوں سوہدرہ کا رخ منقطع ہو گیا۔ ایک بار غالباً ۱۹۸۱ء، ۱۹۸۲ء میں اچانک میرے ہاں تشریف لائے میں ان دنوں جامع مسجد محمدی اہل حدیث غلہ منڈی خالد آباد میں تھا۔ اپنے بڑے پن کی بنا پر گرم کپڑے کا تحفہ دیا۔ جمعہ کا دن تھا میرے اصرار پر انہوں نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ جس میں اسلام کی خوبیوں کا تذکرہ ایسے سلیقے سے کیا کہ کئی دن تک ساتھی انہیں یاد کرتے رہے۔

الجامعۃ السلفیہ میں تعلیم کے دوران میں ہمارے ایک ساتھی مولانا عزیز صاحب تھے جو نبی پور پیراں کے رہنے والے تھے۔ دورانِ تعلیم ہی وہ شادی کے بندھن میں بندھے تو انہوں نے اپنے کچھ ساتھیوں کو مدعو کیا۔ مولانا فاروقی مرحوم کی قیادت میں ہم وہاں پہنچے۔ رات کو جلسہ کیا، ولیمہ میں شریک ہوئے۔ مولانا عبدالعزیز راشدان دنوں جامع مسجد اہل حدیث ننکانہ کے خطیب تھے۔ ان سے پہلی بار وہیں نبی پور پیراں میں تعارف ہوا۔ اب تو وہ شہباز خطابت کا لقب پا چکے ہیں۔ رات کو انہوں

نے بھی خطاب کیا اور اپنے خطابت کے خوب خوب جوہر دکھائے۔ صبح واپسی پر ہم نے چاہا کہ اتفاق سے ننکانہ آئے ہیں یہاں بابا گورونانک کا گوردوارہ ہے اسے دیکھتے چلیں۔ چنانچہ ہم گوردوارہ پہنچے۔ اندر جانے لگے تو ایک طرف بیٹھے ایک سکھ سردار نے کہا۔ مولوی جی جوتے اتار کر اندر جائیں۔ ہم نے جوتے اتارے، ہاتھوں میں انہیں تھامے ہوئے ایک دو قدم آگے بڑھے تھے کہ سردار جی نے پھر آواز دی: مولوی جی ایہ مسجد نہیں گوردوارہ ہے۔ جوتے باہر رکھیں۔ ہم نے یہاں بھی سردار جی کی تابع داری میں جوتے وہیں دروازے پر رکھے اور آگے چلنے لگے تو سردار جی نے پھر پکارا۔ مولوی جی ایہ گوردوارہ ہے مسجد نہیں۔ پاؤں دھو کے اندر جائیں۔ دروازے کے پاس ہی چھوٹا سا حوض پانی کا تھا ہم نے پاؤں اس میں ”گیلے“ کیے اور گوردوارہ خوب گھوم پھر کر دیکھا۔

ہم حیران تھے کہ اس سکھ سردار نے کتنی دلیری سے مسجد اور گوردوارہ کا تقابل کیا۔ اور طنزیہ طور پر ہمارے سامنے گوردوارے کی بڑائی کا ذکر کیا۔ ہم سمجھتے تھے کہ اس بیچارے کو اسلام کی ساری اور فطری تعلیمات سے نا آشنائی ہے اسے کیا معلوم کہ اسلام نے تو ہر پاک زمین کو سجدہ گاہ بنا لینے کی اجازت دی ہے۔ جب کہ دیگر مذاہب میں ان کے معبد خانہ سے باہر عبادت کا تصور نہیں۔ دیگر مذاہب میں پاک اور صاف جوتے پہن کر عبادت کا تصور نہیں۔ اسلام میں یہ سختی بھی نہیں وہ مسجد میں بھی پاک صاف جوتے پہن کر عبادت کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام دین یسر ہے۔ دیگر مذاہب میں اس قسم کا رکھ رکھاؤ محض اپنے ماننے والوں کے دلوں میں رعب و دبدبہ جمانے کی ایک ترکیب ہے۔

خیر ہم وہاں سے پلٹے تو مولانا فاروقی فرمانے لگے سردار صاحب سے بات کرنے کو دل چاہتا ہے۔ ہم سب ان کے ہمراہ اس سکھ سردار کے ہاں چلے گئے۔ اس نے بڑے احترام سے ہمیں بٹھایا۔ گوردوارے کے حوالے سے کچھ معلومات حاصل کیں۔ اسی اثنا میں فاروقی صاحب نے فرمایا سردار جی آپ بڑے خوش خلق ہیں۔ سردار جی نے آٹھ دس منٹ لگا کر بڑی لمبی گفتگو کی اور اپنے گرو کی پریشانیوں اور ان کے خلاف

جب ان کی وفات کی اطلاع مجھے محترم حافظ عبدالعظیم صاحب کے ذریعہ نماز عصر کے بعد ملی۔ میں نے اسی وقت ان سے فون پر اظہار تعزیت کیا اور بعد مکانی کی وجہ سے جنازے میں شرکت سے محروم رہا۔ اللہ تعالیٰ میرے پیارے فاروقی بھائی کی مغفرت فرمائے ان کی قبر پر اپنے انوار کی بارش برسائے، ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل بخشے اور ان کے جاری شدہ مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

فاروقی صاحب اپنے خاندانی روایات کے مطابق ایک پختہ عالم، کامیاب خطیب، بہترین مصنف اور صحافی، نیز تجربہ کار طبیب تھے۔ مقام رسالت، انوار الہدیث، سیرت سیدنا حسین، سیرت خدیجہ الکبریٰ، اسوۂ رسول ﷺ، مسئلہ تقلید کے مصنف ہیں۔

ان کے دادا جان مولانا عبدالجید رحمہ اللہ نے اہل حدیث امرتسر کی یاد میں سوہدرہ سے ”اہل حدیث“ جاری کیا جو مسلک اہل حدیث کا ترجمان اور کامیاب دینی پرچہ تھا۔ مولانا کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ مولانا فاروقی نے اسی کی یاد ماہنامہ ”ضیائے حدیث“ کا اجراء کر کے اس کی یاد تازہ کر دی۔ جو اٹھارہ انیس سال سے باقاعدہ شائع ہو رہا ہے۔ جس میں تجلیات قرآن، انوار حدیث، عقائد، احکام و مسائل، گوشہ خواتین، فکر و نظر جیسے مستقل عنوانات کے علاوہ دیگر عالمی و ملکی مسائل، سیاسی تجزیہ، اصلاح احوال، تزکیہ نفس، طب و صحت جیسے موضوعات پر مشتمل یہ ماہنامہ مزین ہوتا ہے۔ تجلیات قرآن کا کالم وہ خود باقاعدگی سے لکھتے تھے۔ کچھ ماہ سے حمد و نعت کے لیے ایک صفحہ مقرر کر دیا جو ایک بہترین اضافہ ہے، جسے جاری رہنا چاہیے۔

مجھے بتایا گیا کہ وہ ضیائے حدیث کے دفتر میں اپنی کتاب ”مقام رسالت“ کے جدید ایڈیشن کے پروف دیکھ رہے تھے کہ بلاوا آ گیا۔ یہ ان کے حسن خاتمہ کی ایک دلیل ہے کہ آخری سانسوں اور نگاہوں میں ”مقام رسالت“ ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اسی نسبت سے انہیں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت عطا فرمائے اور ان کے صاحبزادہ مولانا محمد نعمان فاروقی صاحب کو ان کے مشن کی آبیاری کے لیے ان کا صحیح خلف اور جانشین بنائے، آمین۔



حکمرانوں کی زیادتیوں کا ذکر کر کے بالآخر کہا۔ اس لیے ”ہم خشک“ ہوتے ہیں۔ فاروقی صاحب نے کہا بابا جی میں نے تو کہا کہ آپ بڑے خوش خلق ہیں۔ وہ کھسیانہ ہو کر بولا: میں نے کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ تم خشک کیوں ہوتے ہو۔ ہم جلدی سے اٹھے بڑی مشکل سے ہنسی پر کنٹرول کیا۔ باہر نکلے تو لوٹ پوٹ ہو گئے ادھر دن کے بارہ بج رہے تھے۔

محترم فاروقی صاحب کے ہمراہ اسی الجامعۃ السلفیہ کے دور میں ایک یادگار سفر لاہور کا بھی تھا۔ میں ان کے ہمراہ تھا۔ ہم دونوں پہلے حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف نور اللہ مرقدہ کی خدمت اقدس میں مکتبہ سلفیہ حاضر ہوئے۔ فاروقی صاحب تو اپنے خاندانی تعارف کی بنا پر ان کے جانے پہچانے تھے۔ مولانا مرحوم ایک بار جامعہ میں تشریف لائے تو اس ناکارہ کو بھی ان کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔ تحفہ الاحوذی کی ایک عبارت کے حوالے سے ان کی خدمت میں عریضہ لکھا تو انہوں نے کمال شفقت سے اس کا حل واپسی خط لکھ کر سمجھا دیا۔ فاروقی صاحب نے جب ان کے سامنے میرا نام لیا تو وہ فوراً پہچان گئے اور فرمایا اچھا تم ہو جس نے خط لکھا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا مرحوم نے ہمیں فائنا کی بوتلیں پلائیں۔ بلکہ میں نے تو پہلی بار یہ فائنا انہی کے دست مبارک سے پیا۔

وہاں سے ہم رنگ محل چینیاں والی مسجد میں گئے۔ مولانا محمد اسحاق رحمانی وہاں شیخ الحدیث تھے۔ ان سے میری یہ پہلی بلکہ آخری ملاقات تھی۔ خوب صورت سرخی مائل رنگ اور بڑے مضبوط جسم و جان کے مالک تھے۔ بڑی شستہ گفتگو کرتے اور ایسے سلیقے سے بولتے کہ بات دل میں اتر جاتی تھی۔

ان کی زیارت کے بعد ہم شرق پور فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ عصر کی نماز ان کے ہاں پڑھی۔ ان کی میٹھی میٹھی ہلکی پھلکی باتیں دل میں اپنا اثر دکھا رہی تھیں۔ ان سے بھی میری یہ پہلی ملاقات تھی۔ جس کا نقش ہمیشہ دل پر قائم رہا۔ شام سے قریب وہاں سے واپسی لاہور، اور لاہور سے رات جامعہ میں پہنچ گئے۔

مولانا فاروقی کی یہ چند یادیں اس وقت فوراً لوح حفظ پر آئیں

دُوح افزا اور کیا چاہیے!

ہر موسم کا مشروب

Brandslir

ہمدرد

Brands Award 2011

ISO 9001

ISO 14001

Pakistan Standards

CSDC/1-105/2012

مکاتیب

مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ بنام مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ

احی وحی فی اللہ زید اخلاصہ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

مکتوب ملا شکر یہ۔ مکتوب گرامی کو بغور دیکھنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں، ہر تحریک کے ساتھ معتقدین کو ایک شغف ہوتا ہے جس کی بنیاد ایک اتفاقی حسن ظن پر ہوتی ہے۔ اس کے معائب کی توجیہ بھی اسی نکتہ نگاہ سے ہوتی ہے اور اس کے محاسن کی تشہیر بھی اسی محور پر گھومتی ہے اسی حسن یا عیب میں ہم سب شریک۔ اس لیے ایک مخلص آدمی اپنے انتخاب پر ہمیشہ مطمئن رہتا ہے تا وقتیکہ اس کا اپنا نکتہ نظر نہ بدل جائے۔ گرامی نامہ میں بھی مباحث کو اسی طریق سے سوچا گیا ہے۔

مفاسد بہت ہیں حکومت کا نظام، کانگریس کا نظام، لیگ کا نظام، احرار اور جمعیۃ العلماء کی نوعیت کے نظام بلکہ خود جماعت اسلامی کا نظام بھی معائب سے پاک نہیں ہر خرابی کے نتائج سے خطرات ہوں گے اور ان سے بے فکری بالآخر نقصان دہ ہوگی لیکن سوال یہ ہے کہ ان کی کلیدی حیثیت کس میں ہے اس کی موجودگی میں جزوی مساعی کہاں تک کامیاب ہو سکتی ہے میرے خیال میں مفاسد میں کلیدی حیثیت حکومت انگریزی کو حاصل ہے اس کی اصلاح یا تبدیلی کی جو کوشش ہوگی وہی صحیح راستہ پر ہوگی اس لیے ان تحریکات میں جس میں بھی شمولیت ہو یہ نکتہ اساسی حیثیت رکھے گا اور اگر ان میں خرابیاں ہوں گی تو ان کو بھی اسی اچھے نتیجہ کی توقع میں برداشت کیا جائے گا۔ ہم خود انگریزی عمل داری سے ہجرت نہیں کر رہے، اصلاح کی امید پر اس کی برائیاں اور مظالم برداشت کر رہے ہیں اسی طرح ان تحریکات کے نقائص بہ امید اصلاح برداشت کیا جاسکتا ہے۔ والعاقبة للمتقویٰ۔ وانما لكل امرء ما نوى۔

مسلمان ان تینوں فتنوں سے کافی متاثر ہو چکے ہیں لیکن ان تحریکات سے اجتناب اسی وقت مفید ہو سکتا ہے جب ان تحریکات کے ذمہ دار حضرات سے عہد کر لیا جائے کہ جب تک ہم اپنی زندگی کو پوری اسلامی نہ بنالیں آپ اپنا کام بند کر دیں۔ اگر ایسا ہو سکے تو میں جناب کے مشورہ اجتناب کو قبول کروں گا ورنہ اجتناب کا نتیجہ صرف یہی ہوگا کہ وہاں پر اشتراک سے جو اصلاح ہو سکتی ہے وہ بھی ختم ہو جائے گی اور یہ صرف تاثر ہے اکیلے رہ جائیں گے۔ ایسے مواقع میں اصل چیز اجتناب نہیں بلکہ تقسیم کار ہے اور تعین مقاصد۔ جماعت اسلامی کا طریقہ دعائیہ غیر اسلامی ہے اور غیر مفید بھی، اس میں وہ عوائل اور جراثیم کام کر رہے ہیں جو اس سے پہلے احرار کا کسار وغیرہ میں تھے دوسروں پر طعن اور اپنا تذکیہ لاف کو انفسکم ہو اعلم بمن اتقی

صدیقی صاحب اور مولانا رام نگر کی کے مضامین میں اس سے زیادہ کچھ نہیں، خود عزیز صاحب کے تیر و نشتر اور سفر سفیر ہمز و لمز کا بہترین نمونہ ہیں۔

یہ پروگرام صحیح ہے کہ دینی درس گاہوں کا ملک میں جال بچھا دیا جائے اور تعلیمی تیزاب کی سمیہ کو کم کیا جائے لیکن اس کے لیے جن ہمدردیوں کی ضرورت ہے وہ جماعت کی موجودہ صورت نہیں پیدا کر سکے گی بلکہ میرا خیال ہے کہ لوگ بتدریج مایوس ہو کر الگ ہوتے جائیں گے۔

لیگ کی قیادت کا سہرا لیگ کے پروگرام اور اس کی خوبیوں کے سر پر نہیں بلکہ ان اصحاب غرض کے سر پر ہے جن پر آج کل لیگ کی نوازشیں یا اس طریق کے دعائیہ کی خوبی ہے جو اس نیم چڑھے کر لیے اشتراکیت کی شمولیت نے پیدا کی۔ جماعت اسلامی اگر ایک با اصول جماعت ہے تو پچاس سال میں بھی یہ ہمہ گیری پیدا نہیں کر سکے گی، اسے چھا جانے کے لیے بے دینی اور بے اصولی ضروری ہے۔

میں نے جماعت اسلامی کو داعی جمود ان مقاصد کے لحاظ سے کہا ہے جو اس کے پیش نظر ہیں، اس سفر کے لحاظ سے اس کی رفتار صفر کے برابر ہے۔ ورنہ اشاعت کتب اور ایک دینی مکتبہ ہونے کے لحاظ سے اس کی رفتار تسلی بخش ہے۔

جہاں ترک رفع الیدین پر تنبیہ کی وجہ سے جماعت سے اخراج تک کی دھمکی دی جاسکتی ہے اس ادارہ میں تحفظ مسلک کے لیے میں ایک ضمیمہ قائم کروں میرا دماغ اس خوش فہمی کا عادی نہیں۔ مسلک اہل حدیث کی تخریب میں انگریز اور کانگریس اس قدر موثر نہ ہوں گے جس قدر یہ بزرخی تحریکات۔ وہ دشمن بصورت دشمن ہے اور یہاں جال ہمرنگ زمین جس میں آپ ایسے تخلصین پھنس کر مطمئن ہو جاتے ہیں لو لا الاعتبار لبطلت الحکمة۔

ارشادات کا اگلا حصہ جس میں مودودی صاحب کی صفائی اور سالم المسلمین کی سی تعریفات فرمائی گئی ہیں میرے لیے قطعی دلخراش ہیں اور میرے اسی خیال کی تائید ہیں کہ آپ حضرات میں احساس کمتری پیدا ہو چکا ہے۔ واللہ ینجیکم منها ومن کل کرب۔

کانفرنس کے جمہوری نظام کے متعلق جناب نے مکرر تذکرہ فرمایا میرے خیال میں اسلام نے کوئی ہیئت نظام کے لیے لازم نہیں قرار دی۔ امارۃ کی صورت دین میں موجود ہے، اسے شوری کے ساتھ مقید فرما دیا گیا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی اصل مقصد الدین النصیحة للہ ولرسولہ ولائمة المسلمین وعامتهم۔ یہ مقصد کسی جمہوری تشکیل یا اس کا نام فاشرزم ہٹلرزم میں آجائے تو نام میں کوئی حرج نہیں۔ انتخاب خلافت میں تنوع سے یہ بات ظاہر ہے۔ خلفائے اربعہ کا انتخاب بالکل الگ صورتوں میں ہوا۔ اگر سیاسیات میں جزئیات تک کا احتواء فرمایا گیا ہوتا تو انتخاب امیر میں یہ تنوع ناممکن تھا۔ معلوم نہیں وہ کون سی تنظیمیں ہیں جن کے انہیں بننے کا خطرہ ہے؟

تعاون تو ہر برسر سے ہو سکتا ہے البتہ اشتراک مشکل ہے۔ جناب کے خیال میں ”تقلید کے بادل چھٹتے جا رہے ہیں“ لیکن میرا خیال ہے کہ نئے ائمہ مبعوث ہو رہے اور پرانے غیر مقلدوں کوئی زنجیروں سے جکڑا جا رہا ہے اور رنج اُس پر ہے کہ اسیری کا احساس بھی ختم ہو رہا ہے انا للہ۔ جمعیت اور کانگریس کے تعلق کا مجھے علم نہیں تخیلات کی دنیا میں ان بعض الظن اثم سے بچنا چاہتا ہوں۔

مسلک اہل حدیث کی حمایت اور اعانت کے لیے جناب کوئی ادارہ بنائیں مجھے اس میں اشتراک سے بالکل گریز نہیں بلکہ ہر ممکن اعانت کے لیے حاضر ہوں۔ البتہ اگر یہ ادارہ جماعت اسلامی کی سرپرستی یا نگرانی میں ہو چکے، اس میں تامل ہے۔ یہ بالکل درست ہے اس نظام سے اسے تصادم بالکل نہ ہوگا مولوی محمد علی صاحب اس کی سرپرستی قبول فرمائیں تو اچھا ہوگا مولوی عطاء اللہ صاحب فیروز پوری سے بھی مشورہ فرمائیں۔

جناب نے ورد ہاسکیم اور سیاست اور مذہب کی علیحدگی کا تذکرہ تحریک اسلامی میں شامل ہونے سے کیا یہ خیالات دلوں سے نکل جائیں گے؟ صرف اتنا ہوگا اور ہوا ہے کہ جو لوگ تحریک کی نذر ہو گئے انہوں نے آنکھیں بند کر لی ہیں اور کبوتر کی طرح خوش ہیں کہ بلی چلی گئی ورنہ چند افراد کی صحت سے وباء کا انکار نہیں کیا جاسکتا وہ بدستور موجود ہے اور ممکن ہے اس کا حملہ دار الاسلام پر بھی ہو جائے اس لیے طبیب کو بیماروں کے مرکز پر پہنچنا چاہیے تاکہ وہ وباء کی رفتار کا صحیح اندازہ کر سکے۔

میں جماعت اہل حدیث کی صحیح تنظیم کے ایجابی پہلو ہی کے لیے حامی تھا لیکن آپ حضرات رفاقت سے دست کش ہو کر دوسرے گھونسلوں پر مطمئن ہو گئے اب آپ مجھ سے دریافت فرماتے ہیں کہ ایجابی پہلو کا کیا بنے گا؟ مجھے بھی آپ ایسے حضرات سے یہی دریافت کرنا ہے۔ یقیناً یہ لحاظ بے حد قیمتی ہیں اور میں قبول کرتا ہوں کہ ہم سب ان کے اضاعتہ کے ذمہ دار ہیں اس لیے جناب بے شک کوئی صورت اختیار فرمائیں تاکہ اسلاف کے

آثار کا احیاء اسلاف ہی کے طریق پر کر سکیں۔

ابن دغنے اور ماعز اسلمی کے واقعات جناب کی جوانی توجہ عرفی مناظرات سے کسی قدر نیچے ہے اور حبشی ء اس قدر مسامحہ ہوں ہے۔ سوال یہ نہیں کہ وہ پناہ ٹوٹ گئی، سوال یہ ہے کہ آیا کچھ وقت کے لیے نظام باطل اور اس کی سہولتیں قبول کی گئی یا نہیں؟ اگر یہ صحیح تو دوسروں پر طعن کیوں ہے ہم سب عملاً اس پر عامل ہیں لیکن تحریک اور اس کی ذمہ داریاں دوسروں کو ملزم قرار دے رہی ہیں۔ یہ وہم کہ کانگریس ہندو تہذیب کا احیاء چاہتی اگر یہ صحیح ہے تو اس کا علاج بھی یہی ہے کہ اس کا رستہ روک کر کھڑے ہو جائیں تیاری کے لیے سالہا سال مہلت آپ کو کون دے گا۔ یہ صحیح ہے کہ پورا ماحول بدلنا پڑے گا آپ نظام باطل کی ممکن اور جائز اعانت کریں اور تعمیری کام کا پروگرام الگ جاری رکھیں اس میں وہ نظام مانع نہیں ہوگا بلکہ انگریز کی دور بین نگاہیں بالکل ممکن ہے کہ آپ کو اس حالت میں چلنے نہ دیں انگریز ہمیشہ نعرے دیتا ہے وہ اب اشتراکیت سے اس لیے دب رہا ہے کہ وہ اب مضبوط ہے۔

میرے خیال میں یہ علم کم کل شےء حتی الخواء ة میں اصولی ہدایات ہی ہیں کتاب وسنت میں کل عموماً لغوی معنی ہی میں مستعمل ہوا ہے متعلق معنی میں بہت کم استعمال ہوتا ہے۔

عرصہ ہوا میں نے سیاسی کشمکش تینوں حصے پڑھے تھے۔ جن خطرات کا تذکرہ وہاں کیا گیا ہے وہ موجودہ صورت میں کم نہیں ہوں گے بلکہ زیادہ مضبوط اور مستحکم ہوں گے، اس راہ میں مولانا آزاد کو حریف سمجھنے کی بجائے اگر مشیر سمجھ لیا جائے تو بہت مفید ہوگا۔ شادی کے واقعہ میں مولانا عبدالقادر مرحوم نے ان کے مشوروں سے استفادہ کیا تھا۔

میں نے جو دلائل عرض کیے تھے ان پر جناب احادیث اور قرآن مجید میں اسی نہج پر غور کریں گے تو بہت زیادہ مواد ملے گا۔ میرے خیال میں تو انبیاء کا ابتدائی طریق کار یہی رہا ہے ہم لوگ چوں کہ ایک دوسرے پر بدگمان ہیں اس لیے صحیح صورت حال سامنے نہیں آ سکتی جیسے آپ نے مولوی ابراہیم صاحب اور مولوی داؤد صاحب کا ذکر کیا ہے۔ یہ صرف بدگمانی ہے ورنہ شاید بدنیت کوئی نہ ہو۔

میرا خیال اب بھی یہی ہے کہ جماعت بھی اس وقت اسوہ نبوی پر کام نہیں کر سکتی اور نہ ہی کر رہی ہے اور نہ ہی جزئیات تک اس کی پابندی ضروری ہے۔ مقاصد کو صحیح نظر بنانے کے بعد طریق کار میں تھوڑا بہت اختلاف قابل غفوة ہے۔ میں سفر میں تھا اس لیے جواب میں دیر ہوئی۔ ادارہ کے متعلق اپنی رائے گرامی سے جلدی مطلع فرمادیں۔

اسماعیل

مدرس گوجراں والا

پنجاب

.....(۲).....

۷ ربیع الاول ۱۴۶۵ھ

۱۰/۲/۱۹۴۶

اخى الاعز زاد عزة!

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته!

میں نے اظہار حقیقت اور اختصار بحث کے لیے عرض کیا تھا کہ نقائص سے کوئی جماعت خالی نہیں مقصد یہ تھا کہ الزامی گفتگو سے بچ کر آپ

حضرات کے موقف کو سمجھ سکوں مگر مجھے اس میں ناکامی ہوئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب ایک کا خرائی اثر دماغ پر محیط ہوتا ہے اس وقت اچھے اچھے نقاد بھی تنقید کی استعداد سے محروم ہو سکتے ہیں۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس مراسلہ میں ہم اسی مقام پر ہیں۔

ارکان تحریک پر تو حسن ظن ہو سکتا ہے بلکہ ہے بھی، نیک نیتی اور غلط فہمی سے کوئی محفوظ نہیں۔ مقامِ تکلم یہی ہے ”حبك الشیء“ کو تعریض کیوں سمجھا ہے۔ پر خلوصی کی انتہا ہے اور حسن ظن۔ مودودی صاحب کی مسامحات کے لیے جو انداز معذرت اختیار فرمایا جا رہا ہے اسے احساس کمتری ہی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ورنہ اس سے براءۃ ہونی چاہیے۔ یہ سکوت معذرت کی پوزیشن میری سمجھ میں نہیں آتی۔

ابنِ دغنه کا واقعہ تو میں نے بطور مثال عرض کیا تھا۔ انبیاء کی زندگیوں کی ابتدائی منازل استفادہ بالباطل بامید اخلاق ہی کے اصول پر قائم ہیں۔ مجھے تو تعجب کہ آپ بدیہیات پر بھی بحث شروع فرمادیتے ہیں۔ آپ اس نہج پر اگر کتاب و سنت پر غور فرمائیں گے تو اس کے بیسیوں نظائر ملیں گے۔

رہا قانون سازی کا حق، محترم بھائی، ہم نے کب دیا؟ اسی ظالم نے آپ سے اور ہم دونوں سے یہ حق جبراً لے لیا ہے۔ آپ ایک نہج سے اسی حق کی واپسی کے لیے کوشش کرتے ہیں اور ہم دوسرے نہج سے۔ رہی اس کی حد یہ سوال تمام اسلامی جماعتوں سے ہونا چاہیے کہ وہ کب تک مجبور رہیں گی۔ کانگریس بے شک نکال نہیں سکی لیکن اس نے کچھ نہ کچھ لیا ضرور۔ آج میں اور آپ جو تنقید نظامِ باطل پر کر رہے ہیں اس میں کانگریس کا بہت زیادہ حصہ ہے احساسِ مسؤلیت کی بنا پر ہی پر امن راہوں سے الگ خاردار راستوں میں سے گزرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ واللہ اعلم

میں نے عرض کیا تھا کہ اگر موجودہ جمہوری نظامِ نصیح امت پر منہج ہو تو میں اسے دینی سمجھتا ہوں اور اگر امارت ان مقاصد کی حامل نہ ہو تو وہ چنگیزی اور نادر شاہی۔ اسلامی طور پر کوئی ہیئت ہم پر لازم نہیں۔ خلوص اور تقویٰ کے ساتھ صلاحیت کا رکا خیال بھی ضروری ہے۔ حربی ضرورت میں خالد کی شجاعت کو ابوزر کے تقویٰ پر ہمیشہ ترجیح دے گی۔

جناب نے غور فرمایا ہے کہ استخیا بالیمین وغیرہ کا مقام شرعاً کیا ہے؟ یہ چیزیں اگر اصولی حیثیت رکھتیں تو ان کی مخالفت پر کوئی وعید آتی۔ میرا مقصد یہی تھا کہ اصل زور مقاصد پر ہے۔ آداب کا مقام ادب ہی تک ہے۔

میں نے آگے بھی عرض کیا تھا کہ ٹھنڈے دل سے غور کے بعد میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہمیں مسلکِ اہل حدیث ہی سے وابستہ رہنا چاہیے اور اسے ایک تحریک کی حیثیت سے پھیلانا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بحث کو ختم کر دینا چاہیے۔ غالباً ایک دوسرے کا عندیہ سمجھ لیا گیا ہے طول بحث سے کوئی فائدہ نہیں۔

ادارہ کی تشکیل پر غور فرمائیں مولانا قصوری پر اگر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، نہ سہی کوئی اور آدمی تلاش فرمائیں میں بھی تبدیل مقام کے حق میں نہیں ہوں تا وقتیکہ مستقبل کے متعلق کوئی واضح چیز پیش نظر نہ ہو۔ نسلی اہل حدیثوں سے گھبرانا نہیں چاہیے نسلی مسلمانوں کی طرح ان کی بھی اصلاح فرمائیں۔ میں گوجراں والا میں کوشش کر رہا ہوں کہ کوئی اجتماع کی صورت پیدا ہو سکے۔ آپ اس مسئلہ پر مزید غور کریں۔ قیادت کے انتخاب پر اصل غور کی ضرورت ہے باقی امور سہل ہیں ضعفِ قیادت ام الامراض ہے۔ اس پر جس قدر غور ہو سکے فرمائیں۔

ادارہ کی ابتدائی منازل طے ہونے کے بعد کام، تشکیل اور شرائط پر غور ہونا چاہیے۔ ثبت الحبار ثم انقش واسلم۔

محمد اسماعیل مدرس

چاہ شاہاں والا

گوجراں والا۔ پنجاب



تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دوشنوں کا آنا ضروری ہے

نہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ پیغمبر اسلام کی بعثت کے وقت برصغیر کے بعض لوگ بسلسلہ تجارت مکہ مکرمہ اور گرد و نواح میں موجود تھے۔ یوں عرب لوگ بھی برصغیر میں آتے جاتے تھے۔ سندھ اور ہند میں عربوں کی آمد و رفت رہتی تھی۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخی حوالوں اور مؤرخین اسلام کے سفر ناموں سے ثابت کیا ہے کہ جن شخصیات اور نفوس قدسیہ نے برصغیر کی سرزمین پر قدم مہمنت لزوم فرمائے اور نور اسلام پھیلایا۔ ان اصحاب عالی قدر میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد بچیں ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بعد تابعین کی تعداد بیالیس اور تبع تابعین کی تعداد اٹھارہ ہے۔

صحابہ کرام جنہوں نے بسلسلہ جہاد برصغیر کا سفر فرمایا ان میں سے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام اور کام کو اس کتاب میں اجاگر کیا گیا ہے۔ امیر المومنین عمر ابن الخطاب، امیر المومنین سیدنا عثمان غنی اور جناب امیر المومنین علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے صحابہ کرام کو بعض مہمات سر کرنے کے لیے برصغیر میں بھیجا۔

تمام خلفائے اسلام کے ادوار میں ہند اور سندھ کی سرزمین کو فراموش نہیں کیا گیا۔ مذکورہ کتاب ایک اہم موضوع سخن لیے ہوئے ہے۔ دلچسپ مواد سے لبریز اور اس معلومات افزا کتاب کا ہونا ہر لائبریری میں ضروری ہے۔ اللہ کریم مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں برکت فرمائے اور عامۃ المسلمین کو ان کی کتب سے استفادے کا موقع فراہم کرتا رہے، آمین۔



برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش

تصنیف: مؤرخ اسلام مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ

ضخامت: ۲۰۰ صفحات (کمپیوٹر کمپوزنگ) مجلد

ناشر: محمد اسحاق بھٹی

ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، اسلامیہ کالونی ساندہ لاہور

ملنے کا پتا: علم و عرفان، اردو بازار لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

مؤرخ اسلام محترم مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کسی تعارف و تبصرہ کی محتاج نہیں۔ آپ نے اپنی زندگی میں تصنیف و تالیف کو اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا ہے۔ اس پیرانہ سالی میں بھی انہوں نے اپنے آپ کو کبھی فارغ نہیں رکھا۔ ان کے گوہر بار قلم سے اب تک بیش بہا اور معلومات افزا کتب زیب قرطاس ہو چکی ہیں اور مزید کئی ایک زیر ترتیب ہیں۔ ان کا ذہن اور قلم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب تک رواں دواں ہے۔ اسلام اور اہل اسلام کی تاریخ پر ان کی گہری نظر ہے۔

حال ہی میں انہوں نے زیر تبصرہ کتاب ”برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش“ جیسی وقیع اور معلومات کتاب تحریر فرمائی ہے۔ اور ”محمد اسحاق بھٹی، ریسرچ انسٹی ٹیوٹ“ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ گویا حضرت والا خود ہی کوزہ اور خود ہی گل کوزہ ہیں۔ اللہم بارک فی عمرہ، آمین

انہوں نے یہ زیر تبصرہ کتاب برصغیر میں اسلام کی آمد کے بارے میں تحریر فرمائی ہے۔ عام تاثر یہ ہے کہ محمد بن قاسم کے دیہل (کراچی) میں آمد کے موقع پر اسلام برصغیر میں داخل ہوا۔ حالانکہ یہ بات صحیح

23 أ 29 جولائی 2010ء..... (1072)..... 10 شعبان المعظم 1431ھ

اپیل برائے تعاون جامعہ سلفیہ اسلام آباد

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ط (القرآن)

دینی مدارس دور حاضر میں فرد اور معاشرہ کی اصلاح اور مسلمانوں کے عظیم علمی ورثہ کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ یہی وہ مراکز اسلامیہ ہیں جہاں سے قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں بلند ہوتی ہیں اور تشنگانِ علوم نبوت ان مدارس میں حاضر ہو کر اپنی علمی و روحانی پیاس بجھاتے ہیں۔

انہی اداروں میں سے ایک عظیم الشان دعوتی و تعلیمی ادارہ ”الجامعۃ السلفیہ، اسلام آباد“ ہے جو گزشتہ نصف صدی سے زائد عرصہ سے دعوتی، تعلیمی اور تحقیقی میدان میں مصروف عمل ہے۔ اس کے سینکڑوں فضلاء، علماء کرام حصولِ علم کی منازل طے کر کے تعلیم و تعلم اور دعوت دین کے میدان میں اندرون و بیرون ملک خدمات سرانجام دے رہے ہیں

فی الوقت جامعہ میں دو شعبہ جات قائم ہیں: شعبہ علوم اسلامیہ اور شعبہ تحفیظ القرآن الکریم۔ دونوں شعبہ جات کے طلباء کی مجموعی تعداد تقریباً ۲۰۰ ہے۔ شعبہ علوم اسلامیہ کے طلباء کو آٹھ سالہ کورس کی تکمیل میں (ماسوائے سال اول کے) ہر سال نصابی کتب مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ تمام طلباء کی رہائش، تین اوقات کا کھانا، تعلیم، کمپیوٹر کورس، ڈپنری، تحقیقی و علمی کتب پر مشتمل وسیع لائبریری سے استفادہ کی سہولیات بالکل مفت دی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں آخری دو سال (ساتویں اور آٹھویں) کے طلباء کو ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔

الغرض ہمارا مقصد امت مسلمہ پر عائد اس فرض کفایہ کی ادائیگی کے لئے اہل خیر اور صاحبِ ثروت احباب کے تعاون سے ان طلباء کی ہر ممکن ضرورت کو حتی الامکان پورا کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ لیکن! موجودہ مزبگائی کے اس سیلاب میں کسی مختصر فیملی کے اخراجات پورا کرنا بھی جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اتنے طلباء کے اخراجات پورے کرنا آپ لوگوں کے تعاون اور رب تعالیٰ کی رحمت و مدد خاص سے ہی ممکن ہے۔

جامعہ اس وقت شدید مالی بحران کا شکار ہے۔ آپ جیسے خیر حضرات سے یہ اپیل کی جاتی ہے آپ اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر اپنا مالی تعاون پیش کریں اور صدقہ جاریہ کے مستحق ٹھہریں۔ جزاکم اللہ خیراً فی الدارین احسن الجزاء

اپنے ہر قسم کے مالی صدقات، زکوٰۃ اور عطیہ جات کا تعاون پیش کرنے کے لئے درج ذیل احباب سے رابطہ کریں:

۱۔ صفدر منٹل صاحب، مرکزی جامع مسجد اہل حدیث، جامع مسجد روڈ، راولپنڈی۔ فون نمبر: 0323-5100463

۲۔ نوید بیٹ صاحب، متصل جامع مسجد اہل حدیث، چک بازار صدر، راولپنڈی۔ فون نمبر: 0321-5068680

۳۔ شیخ عزیز الرحمن صاحب، صدر بازار، راولپنڈی۔ فون: 051-5125588

۴۔ سید انصار احمد شاہ صاحب، جامع مسجد محمدی اہل حدیث، لین نمبر 5، پشاور روڈ، راولپنڈی۔ فون نمبر: 0322-5143240

۵۔ ناظم دفتر جامعہ سلفیہ، H-8/1، اسلام آباد۔ فون نمبر: 051-4432272

(الدریغی للی الرحمن): صدر دارالکین انتظامیہ جامعہ سلفیہ ٹرسٹ (رجسٹرڈ) H-8/1، اسلام آباد

حج انزولمٹ
3246

سعودیہ منتظم نمبر
4139

ٹورزم لائسنس نمبر
3359

ٹرپولز اینڈ ٹورز

(پرائیوٹ) لمیٹڈ

حج 2010

کتاب و سنت کے مطابق فریضہ حج کی ادائیگی
کیلئے

فاضلین مدینہ یونیورسٹی علماء کرام کے ساتھ حج کیجئے

سردار محمد نواز ڈوگر

0300-4699430



محمد زبیر عقیل

0300-8450426 فاضل مدینہ یونیورسٹی
0333-4484837 ایم اے شباب یونیورسٹی



شناور سیٹرموٹر سمن آباد ملتان روڈ، لاہور۔ فون: 2-042-37525001

ای میل: takbi@travel@yahoo.com، ویب سائٹ: www.takbeertravels.com.pk

اندھیرے اجالے

اندھیروں میں اجالے کھو رہے ہیں
نگر کے دیپ مدہم ہو رہے ہیں
ہوا میں اُڑ رہی ہیں سرخ چیلیں
کبوتر گھونسلوں میں سو رہے ہیں
بہر جانب تعفن بڑھ رہا ہے
انوکھی فصل دھقاں بو رہے ہیں
عجب ارماں ہے تعمیرِ مکاں کا
کئی صدیوں سے پتھر ڈھو رہے ہیں
سرِ کوہِ تمنا کون پہنچے
پرانے زخم اب تک دھو رہے ہیں
اٹا ہے شہر بارودی دھوئیں سے
سٹرک پر چند بچے رو رہے ہیں
نہ پڑنے دی ”انا“ پر دھولِ راسخ
سرابِ زر میں برسوں گو رہے ہیں

[راسخ عرفانی]